قادر نامہ



میرزا اسداللہ خاں غالب

ادارۂ یادگارِ غالب ○ کراچی

قادر نامہ

میرزا اسداللہ خاں غالب

متن مرتبہ تحسین سروری

ادارۂ یادگارِ غالب ○ کراچی

سلسلۂ مطبوعات ادارۂ یادگارِ غالب

شمار: ۷۲

تاریخ اشاعت	۱۵ فروری ۲۰۱۴ء
طابع	احمد برادرس، کراچی
قیمت	ایک سو روپے

ادارۂ یادگارِ غالب و غالب لائبریری

پوسٹ بکس: ۲۲۶۷، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۰۲۱-۳۶۶۸۶۹۹۸

فہرست

اراکینِ مجلسِ عاملہ

ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی

فاطمہ ثریا بجیا	صدر
احمد حسین صدیقی	نائب صدر
ڈاکٹر رؤف پاریکھ	معتمدِ عمومی
ڈاکٹر تنظیم الفردوس	معتمد
حسن مصطفیٰ	خازن
عبدالعزیز منصور	نائب معتمد
ڈاکٹر جمیل جالبی	رکن
ذوالفقار مصطفیٰ	رکن
اظہر عباس ہاشمی	رکن
راجا ظفر جنجوعہ	رکن

☆☆☆☆

رؤف پاریکھ

تقدیم

''قادر نامہ'' غالب کی ایک ایسی تصنیف ہے جس کے بارے میں شبہ کیا گیا کہ آیا یہ غالب ہی کے قلم سے ہے یا الحاقی ہے۔ یہ شبہ اس لیے کسی حد تک روا ٹھہرتا ہے کہ غالب کے کلام میں الحاقی عناصر کی موجودگی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ نادم سیتاپوری کی تو پوری کتاب ''غالب کے کلام میں الحاقی عناصر'' اسی موضوع پر ہے۔ الحاق اور غلط انتساب اردو تحقیق و تدوین کا الگ موضوع ہے۔ سرِ دست غالب کی تخلیقات کے سلسلے میں الحاق و جعل نیز ''قادر نامہ'' کے ضمن میں کچھ مختصراً عرض کرنا مقصود ہے۔

تحقیقی غلطی کے نتیجے میں یا نادانستہ طور پر غالب سے منسوب ہو جانے والے اشعار سے قطع نظر، غالب کے کلام اور خطوط کے معاملے میں جعل سازی بھی کی گئی۔ اس طرح کی پہلی جعل سازی میں غالب کا جعلی کلام اس طرح پھیلایا گیا کہ بعض معروف غالب شناس بھی دھوکا کھا گئے۔ مولانا غلام رسول نے اپنی کتاب ''غالب'' میں عبدالباری آسی کی شرحِ دیوان غالب سے غالب کے سات اشعار نقل کیے۔ تحقیق سے ثابت ہوا کہ عبدالباری آسی کی شرحِ دیوان غالب میں شامل غالب کا تمام ''نودریافت کلام'' جعلی ہے اور خود آسی صاحب کی تخلیق ہے۔

نادم سیتاپوری نے اپنی مذکورہ بالا کتاب میں تفصیل سے بتایا ہے کہ کس طرح ابتدا میں آسی اس شش و پنج میں رہے کہ انھیں ناسخ کا رنگِ سخن اختیار کرنا چاہیے یا داغ کا؟ یا غالب کے انداز میں شعر کہنے چاہییں۔ بالآخر غالب کے انداز کو اپنایا اور غالب کے انداز میں غزل کہنے کی ایسی مشق آسی نے بہم پہنچائی کہ لکھنؤ کی ادبی محفل یا مشاعرے میں شعر سنانے پہنچتے تو حاضرین ''کوئی تازہ کلامِ غالب؟'' کہہ کر ان کا استقبال کرتے (ص ۱۳۴)۔ بقولِ نادم، یہ وہی تازہ کلامِ غالب یا الحاقی کلام تھا جو آسی نے کچھ عرصے بعد ''مکمل شرحِ دیوانِ غالب'' میں شامل کر کے اس کی شرح بھی لکھ دی (ص ۱۳۴)۔ نادم سیتاپوری کے نام ایک خط میں جلیل قدوائی نے اس امر کی گواہی دی ہے کہ ''یہ کلامِ غالب'' عبدالباری آسی ہی کا کہا ہوا تھا اور نیاز فتح پوری کے ''نگار'' میں غالب کے غیر مطبوعہ کلام کے نام سے چھپتا رہا، گو کہا یہ گیا کہ یہ ایک ڈاکٹر صاحب کی خاندانی بیاض سے لیا گیا ہے۔ نہ وہ بیاض کسی نے کبھی دیکھی نہ یہ معلوم ہوا کہ وہ کہاں ہے۔

اس کے بعد جلیل قدوائی نے سہ ماہی ''اردو'' کے غالب نمبر (جنوری تا مارچ ۱۹۶۹ء) میں ایک مضمون میں اس پر مزید روشنی ڈالی کہ کس طرح آسی صاحب نے جعلی کلام کو جو حاضرین وقت گزاری اور تفننِ طبع کے طور پر سنتے تھے، کلامِ غالب کا مستقل حصہ بنا دیا۔ جلیل قدوائی نے حتیٰ الامکان کوشش کی کہ ان کے اپنے مرتبہ دیوانِ غالب میں آسی صاحب سے سنا ہوا کلام شامل نہ ہونے پائے۔ البتہ عرشی صاحب نے کلام کے معتبر ہونے کے بارے میں شبہ ظاہر کرنے کے باوجود اسے اپنے مرتبہ دیوانِ غالب میں شامل کر لیا۔

مالک رام نے بھی اپنی ایک تحریر میں اس امر کا اظہار کیا ہے کہ خود عبدالباری آسی نے ان کے سامنے اعتراف کیا تھا کہ یہ غزلیں انھوں نے خود کہہ کر غالب سے منسوب کر دی تھیں (مطبوعہ فکر و نظر، علی گڑھ) (یہ تحریریں یا ان کے اقتباس نادم سیتاپوری کی کتاب میں بھی موجود ہیں)

البتہ عرشی صاحب نے اپنے مرتبہ دیوانِ غالب کے دوسرے ایڈیشن سے ان غزلوں کو، جو آسی کی شرح سے لی گئی تھیں، یہ کہہ کر خارج کر دیا کہ ''انھیں قطعی طور پر کلامِ غالب نہیں کہا

جاسکتا۔"

غالب کی تخلیقات کے سلسلے میں دوسری جعل سازی کی صورت یہ تھی کہ نام نہاد خطوط غالب پر مبنی ایک پوری جعلی کتاب چھاپی گئی۔ "نادر خطوطِ غالب" (۱۹۳۹ء) کے عنوان سے سید محمد اسمٰعیل رساہمدانی گیاوی کی مرتبہ اس کتاب میں مرتب نے اپنے دادا کے نام لکھے گئے غالب کے ۲۷ خطوط پیش کیے۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ غالب کے مختلف خطوط سے سطریں جوڑ کر یہ خط بنائے گئے تھے۔

غالب کے سلسلے کی تیسری ممکنہ جعل سازی غالب کا جعلی دیوان تھا جسے دیوانِ غالب بخطِ غالب کہا گیا اور ۱۹۶۹ء میں نقوش (لاہور) میں اس کا عکس بھی شائع ہوا۔ لطیف الزمان خاں صاحب (مرحوم) نے یہ نسخہ ہندوستان سے حاصل کر کے مدیر نقوش محمد طفیل کو فراہم کیا تھا اور اسے مختلف ناموں سے پکارا گیا لیکن یہ نسخۂ امروہہ کے نام سے زیادہ معروف ہے۔ کئی ماہرین نے اس کی اصلیت پر شبہ کیا۔ سب سے پہلے پروفیسر انصار اللہ نے اس کے بارے میں عدم اطمینان کا اظہار کیا۔ پھر گیان چند اور دوسرے ماہرین نے اس میں اسقام کی نشان دہی کی۔ آخر کمال احمد صدیقی نے ایک ضخیم کتاب لکھ کر ثابت کر دیا کہ یہ جعلی ہے۔ گو اس خیال سے بعض ماہرین متفق نہیں ہیں اور وہ اسے غالب ہی کا لکھا ہوا مانتے ہیں۔

دیوانِ غالب کے ضمن میں ایک اہم واقعہ، جسے مکمل جعل سازی تو نہیں کہنا چاہیے، غالب کے دیوان کے ایک نسخے کی اشاعت ہے۔ ۱۹۹۸ء میں ڈاکٹر معین الرحمٰن نے غالب کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ "نسخۂ خواجہ" کے نام سے مرتب کر کے پیش کیا جو ایک بڑے علمی تنازع کا سبب بن گیا۔ ڈاکٹر تحسین فراقی کا خیال ہے کہ یہ دراصل دیوانِ غالب کا وہی نسخہ ہے جس کا تعارف ڈاکٹر سید عبداللہ نے جولائی ۱۹۵۴ء کے ماہِ نو میں کرایا تھا۔ یہ نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کی ملکیت تھا اور وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔ فراقی صاحب نے نہ صرف اس کی تدوین کی کئی خامیاں اجاگر کیں بلکہ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ نسخے کے آخری ورق پر تقریظ کے بعد لگائی گئی

مہر کو چھپانے کے لیے اس پر ''فتح دین'' کی چیپی لگائی گئی ہے تا کہ یہ مسروقہ نسخے سے الگ ہو جائے۔ البتہ بعض ماہرین سے اسے تدوین کا اچھا نمونہ قرار دیا گو فتح دین کی چیپی بعد میں لگائے جانے کے وہ بھی قائل ہیں۔

اب آیئے قادر نامہ کی طرف، قادر نامہ دراصل ایک نصاب نامہ ہے۔ نصاب نامہ ایک طرح کی منظوم دولسانی لغت ہوتی ہے جس میں الفاظ کے معنی اور مترادفات بیان کیے جاتے تھے اور مقصد بچوں کی تدریس و تعلیم تھا۔ اس قسم کے نصابات فارسی میں بہت رائج رہے ہیں۔ ان منظوم فارسی نصاب ناموں کا بانی ابونصر فراہی کو قرار دیا جاتا ہے۔ ان میں بالعموم عربی الفاظ کا مفہوم فارسی میں بیان کیا جاتا تھا۔ برعظیم پاک و ہند میں بھی یہ روایت پہنچی اور یہاں تخلیق کیے گئے نصاب ناموں میں فارسی الفاظ کے اردو رہندی مترادفات بیان کیے جاتے تھے۔ اس ضمن میں خالق باری کو ابتدائی نصاب ناموں میں سے ایک شمار کیا جاتا ہے اور امیر خسرو کا اس کا خالق سمجھا جاتا ہے رتھا۔ حافظ محمود شیرانی نے اس کی تردید کی اور ضیاء الدین خسرو نامی کسی شخص کو جو عہد جہانگیری میں تھا اس کا مصنف قرار دیا۔ گو کئی محققین شیرانی کی اس بات سے اتفاق نہیں کرتے۔

بہر حال، بچوں کی تعلیم اور نصابی ضروریات کے پیشِ نظر لکھے گئے ان نصاب ناموں کی روایت انیسویں بلکہ بیسویں صدی کے اوائل تک پہنچتی ہے (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو راقم کا مقالہ ''نصاب نامے اور اردو کی ابتدائی لغات''، مشمولہ: ''معیار''، اسلام آباد، شمارہ ۲، ۲۰۰۹ء) غالب کا قادر نامہ بھی ایک ایسا ہی نصاب نامہ ہے جو پہلی بار ۱۸۵۶ء میں شائع ہوا تھا۔ قادر نامہ کے بارے میں مولانا غلام رسول مہر اپنی معروف کتاب ''غالب'' میں لکھتے ہیں:

> ''قادر نامہ: اس کتاب کا ایک نسخہ جو ۱۸۷۳ء کا چھپا ہوا پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ پبلشر کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب غالب کی تصنیف ہے لیکن مجھے اس میں شبہ ہے۔''
>
> (مطبوعہ شیخ مبارک علی، لاہور، طبع چہارم، ص ۳۸۲۔۳۸۳)

اس کے بعد مہر صاحب نے حواشی میں مولوی عبدالحق اور مالک رام کا حوالہ دیا ہے کہ یہ دونوں اسے (داخلی شہادتوں کی بناپر) غالب کی تصنیف قرار دیتے ہیں اور مالک رام کا ذکر کر کے کہتے ہیں کہ میں (یعنی مہر) ان داخلی شہادتوں سے آگاہ نہیں ہو سکا (ص ۳۸۳)۔

لیکن مہر صاحب نے اپنے شبہے کی اور کوئی وجہ بیان نہیں کی۔ بعد ازاں مالک رام نے اس موضوع پر ایک مقالہ ''قادر نامے کا مصنف'' لکھا اور بعض داخلی شہادتوں کی وضاحت کی۔ ہم نے مالک رام کا یہ مضمون ''قادر نامہ'' کی اس اشاعت میں شامل کر لیا ہے۔ اسی طرح پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام ۱۹۶۹ء میں غالب کی صد سالہ برسی پر ڈاکٹر محمد باقر نے قادر نامہ مرتب کیا تھا۔ اس کا ''پیش لفظ'' بھی ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔ لیکن اس پیش لفظ اور باقر صاحب کے مرتبہ متن پر شوکت سبزواری صاحب کے کچھ اعتراضات تھے۔ ہم نے سبزواری صاحب کا مضمون بھی یہاں شامل کر لیا ہے۔

امیر مینائی نے بھی اپنے تذکرے ''انتخابِ یادگار'' میں قادر نامہ کو غالب کی تصنیف قرار دیا تھا۔ بہر حال، تقریباً تمام محققین اور ماہرینِ غالبیات خارجی اور داخلی شواہد کی بنا پر اس بات پر متفق ہیں کہ ''قادر نامہ'' غالب ہی کی تصنیف ہے اور غالب کی زندگی ہی میں اس کے دو ایڈیشنوں کی اشاعت اتنا بڑا ثبوت ہے کہ اس کے بعد بحث کی گنجائش نہیں رہ جاتی کیونکہ غالب کی زندگی میں اس کا انتساب غلط ہوتا تو وہ ضرور اس پر کچھ نہ کچھ کہتے۔

''قادر نامہ'' خاصے عرصے سے نایاب ہے۔ ۱۹۵۹ء میں معروف غالب شناس اور محقق تحسین سروری نے اسے مرتب کیا تھا۔ ہم نے اس اشاعت کا نہ صرف دیباچہ یہاں شامل کر لیا ہے بلکہ متن کے ضمن میں بھی تحسین سروری کے مرتبہ اس متن کو نسبۃً بہتر خیال کر کے اسی متن کو یہاں پیش کیا ہے۔ سبزواری صاحب نے محمد باقر کے مرتبہ متن پر جو اعتراضات کیے تھے اس کے بعد اس متن کو مستند تسلیم کرنا مشکل تھا۔ اسی طرح نیشنل بک فاؤنڈیشن کے مرتب شائع کردہ قادر نامہ (مرتبہ محمود الرحمٰن) کے متن کو بھی بوجوہ ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

ادارۂ یادگارِ غالب کی جانب سے غالب کی اس تصنیف کے متن کو پیش کرتے ہوئے ہمیں خوشی بھی ہے اور ہم تحسین سروری کے صاحب زادے جناب علی فیضان سروری کے بھی شکر گزار ہیں کہ انھوں نے اس کے حقوق ہمیں بلا معاوضہ عطا کیے ہیں۔

امید ہے کہ غالب کی اس تصنیف اور اس سے متعلقہ مباحث کی اس پیش کش کو بنظرِ استحسان دیکھا جائے گا۔

مالک رام

قادر نامے کا مصنف

''خالق باری'' اور ''آمد نامہ'' کی طرز پر ہم معنی فارسی اور اردو لغات پر مشتمل ایک مختصر منظوم رسالہ ''قادر نامہ'' کے نام سے مشہور ہے جس کی تالیف غالب سے منسوب ہے۔ مولوی عبدالحق مرحوم نے میر افضل علی عرف میرن صاحب کے حالات میں میرن صاحب کی زبانی یہ روایت بیان کی ہے[1] کہ میرزا غالب نے یہ رسالہ عارف کے دونوں صاحبزادوں باقر علی خاں اور حسین علی خاں کو فارسی پڑھانے کے لیے لکھا تھا۔ امیر مینائی بھی اپنے تذکرے میں اسے غالب کی تصنیف بتاتے ہیں[2]۔ اس کے باوجود غلام رسول مہر کو رسالے کے غالب کی تصنیف ہونے میں شک ہے[3]۔ انھوں نے اس نظریے کی تائید میں کوئی دلیل نہیں پیش کی اور جب تک کوئی ناقابل تردید ثبوت سامنے نہ آئے، میرن صاحب اور امیر مینائی کی روایت بہرحال قابلِ ترجیح ہے۔ میرے نزدیک خود قادر نامے میں بعض ایسی داخلی شہادتیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رسالہ واقعی غالب کی تصنیف ہے۔

میرزا نے اپنی فارسی تصنیف ''پنج آہنگ'' کے آہنگ دوم (زمزمۂ چہارم)[4] میں

فارسی کے چند الفاظ دیے ہیں اور ان کی تشریح کرتے ہوئے ساتھ ہی اردو (ہندی) کے مترادف کلمے لکھے ہیں۔ یہ الفاظ تقریباً سب کے سب پرانی فارسی یعنی پہلوی زبان کے ہیں جو آج کل بالعموم مستعمل نہیں۔ مقابلے سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی مقامات پر ''قادرنامہ'' میں بھی یہی الفاظ اسی نہج سے نظم میں درج کردیے گئے ہیں۔

۱۔ قادرنامہ میں ہے:

مُنھ پہ گر جھرّی پڑے آژنگ جان   فارسی چھینکے کی تو آونگ جان

پنج آہنگ میں لکھتے ہیں[۵] ''آژنگ شکنی کہ بروے افتد و بہندی جھرّی گونید'' اور اس کے معاً بعد ہے:

''آونگ بمعنی ریسمان کہ بسقف آویزند و چھینکا در ہندی خوانند۔''

۲۔ اگلا شعر ہے:

متہ آژخ اور چھالا آبلہ   اور ہے دائی جنائی قابلہ

پنج آہنگ میں ہے[۶]:

''آژخ عربی ثوثول و ہندی متہ''

نیز ''پازاچ وآں راپیش نشیں نیز گویند، ہندی آں دائی جنائی''

یہاں دائی جنائی قابل توجہ ہے جو دونوں جگہ استعمال ہوا ہے حالانکہ قابلہ کے لیے صرف دائی کا لفظ کافی تھا اور آمدنامہ میں صرف دائی ہی پر کفایت کی گئی ہے:

اخت بہن اور اخ ہے بھائی   مرضعہ انا قابلہ دائی

۳۔ پھر لکھتے ہیں:

اونٹ اشتر اور اِشغر سیہ ہے   گوشت ہے لحم اور چربی پیہ ہے

یہاں اشغر کا لفظ قابل غور ہے، پنج آہنگ میں دونوں لفظ ایک ساتھ آگئے ہیں[۷]:

''اشغر بوزنِ اشتر اسمِ جانوریست خاردار کہ بہندی سیہ گفتہ شود''

۴۔ قادرنامے کا شعر ہے:

زندگی ہے حیات اور مرگ موت شوی خاوند اور انباغ سوت

یہاں انھوں نے سوت کے لیے انباغ لکھا ہے، جو فارسی نہیں بلکہ ترکی لفظ ہے۔ عربی میں سوت یا سوکن کے لیے ضرہ آتا ہے اور فارسی والے بھی یہی بولتے ہیں۔ چنانچہ آمدنامہ میں سوت کے لیے ضرہ لکھا ہے لیکن مرزا نے چونکہ پنج آہنگ میں عربی لفظوں سے اجتناب کیا ہے اسی لیے وہاں بھی انباغ ہی لکھا ہے۔ لکھتے ہیں ۸:

انباغ بمعنی دو زن کہ یک شوہر داشتہ باشند و آنرا ہندی سوت و سوکن نامند

۵۔ قادرنامے میں لکھتے ہیں:

چکسہ پڑیا، کیسہ کا تھیلی ہے نام فارسی میں دھپے کا سیلی ہے نام

سیلی مرزا کا دل پسند لفظ ہے اور ان کے کلام میں بیسیوں جگہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ قادرنامہ:

آجل اور آروغ کی ہندی ڈکار مے شراب اور پینے والا میکسار

پنج آہنگ ۱۰: ''آجل بجیم مضموم عربی جشاء و ہندی ڈکار و اسم دیگر آروغ''

۷۔ قادرنامہ:

ہے قلم کا فارسی میں خامہ نام ہے غزل کا فارسی میں چامہ نام

''چامہ غزل کے لیے لکھنا خاص غالب کا انداز ہے''۔ انھوں نے یہ پہلوی لفظ اپنی فارسی نثر میں کئی جگہ لکھا ہے اور پنج آہنگ میں بھی متعدد مقامات پر یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثال کے طور پر دستنبو میں تفتہ کے ذکر میں لکھتے ہیں:

آں سپہر مہر راہ ماہ دو ہفتہ، شیوا زبان ہرگوپال تفتہ کو مرزا تفتہ مہر

خوانش دادہ ام از میرٹھ سفتہ زر ۱۲ بمن فرستادہ و چامہ و نامہ پیوستہ فرستد

قدیم تاریخوں اور تذکروں کے علاوہ کسی اور فارسی مصنف کے ہاں غزل کے لیے چامہ کا لفظ بہت

کم دیکھنے میں آیا ہے۔

۸۔ قادرنامہ:

بھڑ کی بھائی فارسی زنبور ہے دسپنا انبر ہے اور انبور ہے

پنج آہنگ ۱۳: انبر بہ وزن قنبر آلہ ایست کہ آتش بدان کشند و آں را دسپنا نامند اگرچہ دسپنا بھی اصل میں فارسی اور دست پناہ کا مخفف ہے۔ لیکن فارسی میں اسے آتش گیر کہتے ہیں۔ انبر اور انبور دونوں ترکی لغات ہیں اور لطیفہ یہ ہے کہ مرزا نے دونوں جگہ انبر ہی لکھا ہے۔

۹۔ قادرنامہ:

پست اور ستو کو کہتے ہیں سویق ژرف اور گہرے کو کہتے ہیں عمیق

پنج آہنگ ۱۴: ''پست بہائے مکسور، عربی سویق و ہندی آں ستو و آں آردیست بریان۔''
ستو کے لیے سویق فارسی میں عام طور پر مستعمل ہے لیکن مرزا نے یہاں بھی ایک پرانا لفظ ڈھونڈ نکالا اور دونوں جگہ نظم اور نثر میں اردو فارسی اور عربی تینوں کے لفظ دیے ہیں۔

۱۰۔ قادرنامہ:

جس کو کہتے ہیں جمائی فازہ ہے جو ہے انگڑائی وہی خمیازہ ہے

پنج آہنگ ۱۵: آسا صیغہ امراست از آسودن و بمعنی تمکین و وقار نیز آید و معنی مانند ہد و فازہ گویند کہ ہندی آں جمائی ست۔

یہاں ایک بات قابل توجہ یہ ہے کہ دونوں جگہ جمائی لکھا ہے، نہ کہ جماہی جو اس لفظ کا دوسرا تلفظ ہے۔ سیلی کی طرح خمیازہ بھی مرزا کا دل پسند لفظ ہے۔

۱۱۔ قادرنامہ:

یارہ کہتے ہیں کڑے کو ہم سے پوچھ پاڑ ہے تالار، اک عالم سے پوچھ

اس کے لیے پنج آہنگ میں لکھتے ہیں ۱۶:

یارہ و آں را دست برنجن نیز گویند و آں پیرایہ ایست کہ زناں بدست افگنند و ہندی آں کڑا۔

۱۲۔ قادرنامہ:

اینٹ کے گارے کا نام آژند ہے — ہے نصیحت بھی وہی جو پند ہے

پنج آہنگ ۱۷: آژند بالف ممدودہ وزای فارسی مفتوح ہندی گارہ خوانند بکاف فارسی

۱۳۔ قادرنامہ:

اخلکند و جھنجھنا نیز نیرو ہے زور — بادفر پھرکی ہے اور ہے دزد چور

پنج آہنگ ۱۸: بادفراو بادفراسم چرے مدور کہ ریسمانے درآں انداختہ بگردانند و ہندی آں پھرکی است۔

۱۴۔ قادرنامہ:

نام مکڑی کا کلاش اور عنکبوت — کہتے ہیں مچھلی کو ماہی اور حوت

پنج آہنگ ۱۹: کلاش عنکبوت واسم دیگر آں کارتن وخانہ آں رانسیج گویند

یہاں میں نے دہ شعراوران کے مقابل کی عبارتیں نقل کی ہیں جوایک ہی لفظ سے متعلق دونوں جگہ ملتی ہیں۔اب چندایسے شعر ملاحظہ فرمائیں جن میں خالص پارسی یاتر کی زبان کے ایسےلغات آئے ہیں، جو بہت کم مستعمل ہیں:اور جومرزا کی خصوصیات میں سے ہیں۔

آگ کا آتش اور آذر نام ہے — اور انگارے کا اخگر نام ہے
ہے زنخ ٹھوڑی، ذقن بھی ہے وہی — خاد ہے چیل اور زغن بھی ہے وہی
پھر غلیواز اس کو کہیے جو ہے چیل — چیونٹی ہے مُور اور ہاتھی ہے پیل
خر گدھا اور اس کو کہتے ہیں الاغ — دیگداں چولھا جسے کہیے اجاغ
خانہ گھر ہے اور کوٹھا بام ہے — قلعہ دژ، خندق کا کھائی نام ہے
ہے کہانی کی فسانہ فارسی — اور شعلے کی زبانہ فارسی
لو سنو کل کا سبق آجاؤ تم — پوزی افسار اور دُمچی پاردم
ہنگ انگوزہ ہے اور ارزیر رانگ — ساز باجا اور ہے آواز بانگ

روئی کی پونی کا ہے پاغند نام　　　دوک تکلے کو کہیں گے لا کلام
پند کو اندرز بھی کہتے ہیں ہاں　　　ارض ہے پر مرز بھی کہتے ہیں ہاں

آخر میں چند ایسے اشعار لکھتا ہوں جن میں بعض ایسے لفظ آئے ہیں جو مرزا کے بہت دل پسند ہیں اور انھوں نے خاص طور پر اپنے کلام میں لکھے ہیں:

انگبیں، شہد اور عسل، یہ اے عزیز　　　نام کو ہیں تین، پر ہے ایک چیز
روئی کو کہتے ہیں پنبہ، سن رکھو　　　آم کو کہتے ہیں انبہ سن رکھو
(یوں آم کو فارسی میں نغزک کہتے ہیں)

گیتی اور گیہاں ہے دنیا، یاد رکھ　　　اور ہے نداف دُھنیا، یاد رکھ
کوہ کو ہندی میں کہتے ہیں پہاڑ　　　فارسی گلخن ہے اور ہندی ہے بھاڑ
تکیہ بالش اور بچھونا بسترا　　　اصل بستر ہے سمجھ لو تم ذرا
بسترا بولیں سپاہی اور فقیر　　　ورنہ بستر کہتے ہیں برنا و پیر

غرض کہ اس مختصر رسالے میں متعدد داخلی شہادتیں ایسی موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ میرزا غالب کی تصنیف ہے۔ اس میں بعینہٖ اسی نہج پر فارسی الفاظ کا موجود ہونا جو وہ پنج آہنگ میں لکھ چکے تھے، خالص پہلوی لغات کا استعمال جن سے مرزا کو خاص شغف تھا، ان الفاظ کی موجودگی جو مرزا کی نگارش کی خصوصیات میں سے ہیں، یہ سب باتیں اسے مرزا کی تصنیف ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ابھی میں نے طرز کلام اور اسلوب بیان کا ذکر نہیں کیا ورنہ اس سے بھی ہم اسی نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔

پس روایت اور درایت دونوں کی رو سے یہ ثابت ہے کہ قادر نامہ میرزا غالب کے دماغ کی پیداوار ہے۔

حواشی

۱۔　اردو، (۱۹۳۶ء)، ۷۰۵۔

۲۔ انتخاب یادگار: ۲۴ (مطبوعہ ۱۲۹۷ھ)

۳۔ غالب: ۴۳۸ (تیسرا ایڈیشن)

۴۔ کلیات نثر غالب: ۳۵ (نولکشور، کانپور۔ ۱۲۹۲ھ)

۵۔ ایضاً، ۳۶

۶۔ ایضاً، ۳۶

۷۔ ایضاً، ۳۷

۸۔ ایضاً، ۳۸

۹۔ ایضاً، ۳۶

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ پنج آہنگ: ۳۸

۱۲۔ سفینۂ زربمعنی ہنڈی

۱۳۔ پنج آہنگ: ۳۶

۱۴۔ ایضاً، ۳۷

۱۵۔ ایضاً، ۳۸

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ ایضاً، ۳۶

۱۸۔ ایضاً، ۳۷

۱۹۔ ایضاً، ۳۸

(مشمولہ: ''تحقیقی مضامین''، مکتبہ جامعہ، دہلی، اشاعت ثانی، ۱۹۸۷ء)

محمد باقر

قادر نامہ

کچھ عرصے پہلے فارسی کی تدریس کے لیے ایک طریقہ یہ مقبول رہا ہے کہ اس زبان کے کلمات کو جمع کر کے سلک نظم میں اس طرح پرو دیا جاتا کہ ان کے مترادفات یا معانی متنِ شعر میں آجاتے۔ اور ان اشعار کو بچوں کو حفظ کرا دیا جاتا۔ فارسی منظوم نصابوں کے اوّلین مؤلف ابونصر فراہی کا خیال تھا کہ اس طرح بچے زبان آسانی سے سیکھ جاتے ہیں۔

"خوش آمدن شعر مر طبعہائی موزون را عزیزی ست"

(دیباچۂ نصاب الصبیان ا، تالیف ۶۱۷ھ/۱۲۲۰ء)

قادر نامہ بھی اسی طرح کے سلسلہ ہائے نصاب کی ایک کڑی ہے۔ جس میں بیشتر فارسی اور کمتر عربی اور ترکی کے باہمی اور ہندی مترادفات درج ہیں۔ اس منظوم رسالے کو غالب سے منسوب کیا جاتا ہے۔ مرحوم مولوی عبدالحق ۲ نے میر افضل علی عرف میرن کے حالات میں میرن کی زبانی یہ بیان کیا ہے کہ غالب نے یہ رسالہ اپنی اہلیہ کی بھانجے زین العابدین خان عارف ۳ کے دونوں بچوں باقر علی خان اور حسین علی خان ۴ کو فارسی پڑھانے کے لیے لکھا تھا۔ امیر مینائی ۵ بھی اپنے تذکرے میں اسے غالب کی تالیف ہی قرار دیتے ہیں۔ مولانا غلام رسول مہر فرماتے ہیں:

''پبلشر کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب غالب کی تصنیف ہے لیکن مجھے اس دعوے کی صحت میں کلام ہے۔ یہ خالق باری کے رنگ میں بچوں کے نصاب کی کتاب ہے۔ جس میں سہولت حفظ کے لیے مترادف الفاظ نظم کیے گئے ہیں۔'' ۷

مالک رام کہتے ہیں:

''انھوں (مہر) نے اپنے اس نظریے کی تائید میں کوئی دلیل پیش نہیں کی اور جب تک وہ کوئی نا قابل تردید ثبوت نہ دیں۔ میرن صاحب اور امیر مینائی کی روایت بہرحال قابل ترجیح ہے۔ میرے نزدیک خود قادر نامہ میں بعض ایسی داخلی شہادتیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رسالہ واقعی غالب کی تصنیف ہے۔'' ۸

پھر مالک رام نے غالب کی پنج آہنگ میں استعمال ہونے والے چند کلمات اور غالب کے چند مرغوب کلمات کا ذکر کر کے یہ استناد کیا ہے کہ قادر نامہ میں ان مشترک کلمات کی موجودگی سے ثابت ہوتا ہے کہ قادر نامہ غالب کی ہی تالیف ہے۔ راقم کی ذاتی رائے یہ ہے کہ یہ طرز استدلال درست نہیں۔ قادر نامہ میں تو ایسے الفاظ بھی مستعمل ہوئے ہیں جو خالص پنجابی ہیں، مثلاً مندرجہ ذیل میں پونی کا کلمہ:

روئی کی پونی کا ہے پاغندہ نام
دوک تکلے کو کہیں گے لا کلام

اب اس سے یہ نتیجہ تو اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ لامحالہ قادر نامہ کسی پنجابی کی تالیف ہے۔

اسی طرح اس رسالے میں فارسی یا عربی کے کلمات کے جو مترادفات درج ہیں اُن کو شاعر نے ہندی کا نام دیا ہے۔ اور کسی جگہ بھی اردو کے نام سے نہیں پکارا، حالانکہ غالب اس سے بہت پہلے اس زبان کے نام کے لیے اردو کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ مالک رام کی اطلاع کے مطابق

قادر نامہ کا پہلا ایڈیشن محبس پریس دہلی سے ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۴ء) میں شائع ہوا تھا۔ اور اس کا ایک نسخہ کتاب خانہ رام پور (رضا لائبریری) میں موجود ہے۔ اور غالب ۳۰ جون ۱۸۶۰ء کو ایک خط میں سیاح کو لکھتا ہے:

''میں بہت خوشی سے تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ اردو کا دیوان غاصب نا انصاف سے ہاتھ آ گیا'' (بنقل از مہر در غالب، ص ۲۹۹)

اب قادر نامہ کے یہ اشعار ملاحظہ فرمایئے جن میں ملکی زبان کے لیے ہندی کا کلمہ استعمال ہوا ہے:

چاہ کو ہندی میں کہتے ہیں کنواں
دود کو ہندی میں کہتے ہیں دھواں

ہندی میں عقرب کا بچھو نام ہے
فارسی میں بھوں کا ابرو نام ہے

ہندی چڑیا، فارسی کنجشک ہے
مینگنی جس کو کہیں وہ پشک ہے

ایک اور بات یہ بھی قابل غور ہے کہ غالب نے سارے رسالے میں کہیں بھی اپنا نام یا تخلص استعمال نہیں کیا۔

ان تمام حقائق کو سامنے رکھیں تو صرف یہ منفی نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ قادر نامہ غالب کی تالیف نہ ہو۔ لیکن ان سے یہ حتمی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا کہ یہ غالب کی تالیف ہے یا نہیں۔

میرے نزدیک قادر نامہ کے غالب کی تالیف ہونے کا حتمی ثبوت صرف یہ ہو سکتا ہے

کہ قادر نامہ غالب کی زندگی میں اس کے نام سے دہلی سے پہلے ۱۸۵۶ء میں اور پھر ۱۸۶۴ء میں شائع ہو چکا تھا۔ اگر یہ غالب کی تالیف نہ ہوتی اور اس کی زندگی میں اشتباہاً اس کے نام سے منسوب ہوتی تو وہ چپ کا نہ بیٹھا رہتا۔ یہ ایک ایسا ثبوت ہے جس پر ناقدین کی نظر ابھی تک نہیں پڑی۔ ویسے میرے سامنے قادر نامہ کا جو نسخہ ہے اور جس سے زیرِ نظر نسخہ ترتیب دیا گیا ہے وہ ۱۳۳۰ھ (۱۹۱۱ء) کا مطبوعہ ہے اور اسے کانپور کے مطبع قیومی سے حاجی عبدالقیوم، تاجر کتب کلکتہ کے ایما سے شائع کیا گیا ہے۔ حاجی صاحب موصوف کی دکان اُس وقت معروف مدرسۂ عالیہ نمبر ۱۶ کے قریب تھی۔ پنجاب یونیورسٹی کے کتاب خانے میں اس کا ایک اور نسخہ بھی موجود تھا جو ۱۸۷۲ء میں شائع ہوا تھا۹۔

مندرجاتِ قادر نامہ

قادر نامہ میں کل اشعار کی تعداد ۱۳۷ ہے۔ ان میں بارہ اشعار کی اردو کی دو غزلیں ہیں اور باقی کا متن اختتامی قطعے سمیت نصاب پر مشتمل ہے۔ رسالہ بنیادی طور پر فارسی کی تدریس کے لیے نظم ہوا ہے، لیکن اس میں عربی اور ترکی کے وہ کلمات بھی شامل کر لیے گئے ہیں جو فارسی میں مستعمل ہیں، مثلاً:

خر گدھا اور اس کو کہتے ہیں اُلاغ
دیگدان چولھا جسے کہیے اجاغ
کحل سرمہ اور سلائی میل ہے
جس کو جھولی کہیے وہ زنبیل ہے

میں اُلاغ اور اُجاغ ترکی اور کحل عربی کا کلمہ ہے۔

قادر نامہ کا نام بھی متن میں موجود ہے:

جس نے قادر نامہ سارا پڑھ لیا
اُس کو آمد نامہ کچھ مشکل نہیں

اس نام کی توجیہہ یہ کی گئی ہے (شاعر نے نہیں کی) کہ چونکہ پہلا شعر لفظ قادر سے شروع ہوتا ہے اس لیے اس کا نام قادر نامہ رکھا گیا ہے۔ شاعر نے صرف آمد نامہ کو اس رسالہ سے مشکل تر بتایا اور یہ فخر کیا ہے کہ جس شخص نے قادر نامہ پر قدرت حاصل کر لی اُس کے لیے آمد نامہ کا مطالعہ کچھ مشکل نہیں۔ آمد نامہ راقم کی نظر سے نہیں گزرا۔ اور نہ یہ معلوم ہوسکا کہ یہ کس کی اور کس عہد کی تالیف ہے۔ اگر آمد نامہ سامنے ہوتا تو قادر نامہ کا ایک خطی نسخہ انڈیا آفس لائبریری [۱۰] میں، ایک برٹش میوزیم [۱۱] اور ایک کیمبرج یونیورسٹی [۱۲] کے کتاب خانے میں موجود ہے۔ غالب نے درفُش کاویانی میں بھی آمد نامہ کا ذکر کیا ہے [۱۳]۔ آمد نامہ میں بیشتر فارسی کے افعال کا ذکر ہے اور اسے کتاب آمدن کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

استادِ گرامی حافظ محمود خان شیرانی صاحب کا بیان ہے کہ قادر نامۂ غالب گزشتہ صدی میں بے حد مقبولِ عام تھا [۱۴]۔

حواشی

۱۔ بچوں کے تعلیمی نصاب از حافظ محمود خان شیرانی، ص ۵۱ (مشمولہ: روئداد ادارۂ معارف اسلامیہ، لاہور، ۱۹۳۳ء)۔

۲۔ مجلۂ اردو، ص ۷۰۵، اشاعت ۱۹۳۶ء۔

۳۔ یادگارِ غالب، الطاف حسین حالی، ص ۵۲ (اشاعت ۱۹۶۳ء)۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ انتخاب یادگار، ص ۲۴۱ (اشاعت ۱۲۹۷ھ)۔

۶۔ غالب از غلام رسول مہر، ص ۲۹۴۔

۷۔ قادر نامہ کا مصنف از مالک رام، ص ۲۹۱ (مطبوعہ مجلۂ اردو، جولائی ۱۹۴۷ء)۔

۸۔ ذکر غالب از مالک رام، ص ۱۷۵ (اشاعت ۱۹۵۵ء)۔ مطبع سلطانی واقع قلعہ مبارک کا نسخہ ۱۸۵۶/ ۱۸۷۲ میں چھپا تھا۔

۹۔ غالب، غلام رسول مہر، ص ۲۹۴۔

۱۰۔ شمارہ ۲۴۴۵ (فہرست کتب فارسی کتب خانہ انڈیا آفس، جلد اول، ص ۱۳۱۷)۔

۱۱۔ فہرست کتب فارسی کتب خانہ برٹش میوزیم، جلد دوم، ص ۵۱۶ ب۔

۱۲۔ فہرست کتب فارسی، ص ۲۵۰۔

۱۳۔ درفش کاویانی، ص ۶۸ (اشاعت ۱۸۶۵ء)۔

۱۴۔ بچوں کے تعلیمی نصاب، ص ۱۲۲ (روئداد ادارۂ معارف اسلامیہ، ۱۹۳۳ء)۔

(پیش لفظ، قادر نامہ، مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۶۹ء)

شوکت سبزواری

قادر نامۂ غالب

غالب ہمہ گیر شخصیت کے مالک ہی نہ تھے، ادبی دلچسپیاں بھی ان کی متنوع قسم کی تھیں۔ ادیب، شاعر، انشاء پرداز ہونے کے ساتھ ساتھ وہ لغوی اور زبان شناس بھی تھے۔ ان کی گوناگوں ادبی وعلمی دلچسپیوں کے نمونے ان کی تحریروں میں ملتے ہیں۔ خاص خاص موضوعات پر مستقل رسالے بھی انھوں نے لکھے ہیں۔ اہل علم سے توقع کی جاتی ہے کہ غالب کی موضوعاتی اور کسی حد تک فنی تصنیفات کو مطالعے کا مرکز بنا کر سائنسی بنیادوں پر انھیں ترتیب دیں اور ناقدانہ نظر ڈال کر ان کی قدر و قیمت متعین کریں تاکہ غالب کی شخصیت اور ادبی کردار کے وہ گوشے بھی روشنی میں آجائیں جو اچھی طرح اجاگر نہیں ہوئے یا کسی حد تک غیر منور یا تاریک ہیں۔

لغت اور زبان سے غالب کی دلچسپی تو ابتدا ہی سے تھی لیکن با قاعدہ اور منظم طور پر اوّلاً ۱۸۳۵ء میں ''پنج آہنگ'' کی ترتیب کے موقع پر، اس کے بعد ۱۸۵۴ء کے لگ بھگ اُس وقت اس کا مظاہرہ ہوا جب زین العابدین خاں عارف کے لڑکوں (باقر علی خان اور حسین علی خان) کو غالب نے فرزندی میں لیا، اور بقول مولوی عبدالحق انھیں فارسی پڑھانے کے لیے ''نصاب

الصبیان'' (ابونصر فراہی) کے انداز پر ایک منظوم رسالہ لکھا اور اس کا نام ''قادر نامہ'' رکھا۔ یہ رسالہ شاید اس لیے کہ تعلیمی نوعیت کا تھا اور مبتدیوں کو فارسی سکھانے کے لیے لکھا گیا تھا، غالب کے ادبی مرتبے کی نسبت سے وہ مقام حاصل نہ کر سکا جس کا وہ مستحق تھا۔ بعض علمی حلقے تو یہ باور کرنے کے لیے تیار ہی نہ ہوئے کہ یہ چھوٹا سا رسالہ غالب کے فکرِ سحر کار کا نتیجہ ہے۔ جنھوں نے غالب کے فکر کی پیداوار سمجھا، انھوں نے بھی اس سے کچھ زیادہ اعتنا نہ کیا۔ نہ اس کی زمانۂ تالیف کی تعین ہوئی اور نہ اس کے خطی نسخوں اور چھاپوں کا استقصا کیا گیا۔ غالب صدی کے موقع پر جب غالب کی فارسی اردو تصانیف کو مختلف علمی حلقوں کی طرف سے سائنسی اصولوں پر مدون کیا جا رہا تھا اور ان کے صحیح تنقیدی ایڈیشن شائع ہو رہے تھے، تو ''قادر نامہ'' کا صحیح، سائنسی اور تنقیدی ایڈیشن شائع کیا جا سکتا تھا۔ لیکن بعض حلقوں نے تو اس رسالے کے باب میں روایتی سرد مہری سے کام لیا ہی تھا، جنھوں نے گرم جوشی دکھائی وہ بھی سرسری گزر گئے اور ''قادر نامہ'' کا اچھا تقابلی تحقیقی یا تنقیدی ایڈیشن پیش نہ کیا جا سکا۔

(۲)

موجودہ تحقیق کے مطابق ''قادر نامہ'' کا پہلا ایڈیشن ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۶ء) میں مطبع سلطانی سے شائع ہوا۔ ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۳ء) کے ایڈیشن کو، جو مجتبس پریس دہلی میں چھپا اور جس کا ایک نسخہ رضا لائبریری رام پور میں ہے، ''قادر نامہ'' کا دوسرا ایڈیشن بتایا جاتا ہے، لیکن یہ ''قادر نامہ'' کا دوسرا نہیں، تیسرا ایڈیشن ہے۔ دوسرا ایڈیشن برادر عزیز خلیل الرحمٰن صاحب داؤدی کی عنایت سے میرے سامنے ہے۔ یہ جمادی الاولی ۱۲۷۸ھ (نومبر ۱۸۶۱ء) میں مجتبس پریس والی اشاعت سے تقریباً دو سال پہلے مطبع العلوم دہلی سے شائع ہوا۔ جب تک ۱۸۶۱ء سے پہلے کی کوئی اور اشاعت سامنے نہ ہو، غالب کی زندگی میں شائع ہونے والے ایڈیشنوں میں زیرِ نظر اشاعت ''قادر نامہ'' کی دوسری اشاعت ہوگی اور مجتبس پریس والی اشاعت سے یہ اقدم اور کسی قدر اہم سمجھی جائے گی۔ زیرِ نظر اشاعت کے کُل سولہ صفحات ہیں۔ متن میں ''قادر نامہ'' ہے اور حاشیہ پر

''محمود نامہ'' جسے سلطان محمود کی تصنیف بتایا گیا ہے۔ آخر میں غالب کا درج ذیل کلام ہے:

۱۔ مثنوی در تعریفِ انبہ۔

۲۔ روغنی روٹی والا قطعہ۔

۳۔ دال والی رباعی۔

۴۔ ایک غزل جس کا مطلع ہے:

پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے
سینہ جویائے زخمِ کاری ہے

۵۔ قطعہ در تہنیت آخری چار شنبہ۔

۶۔ رباعی: آتش بازی ہے جیسے شغل اطفال...الخ۔

خاتمے کی عبارت سے اشاعتِ زیرِ نظر کے متعلق کچھ ضروری تفصیلات پر روشنی پڑتی ہے، اس لیے ذیل میں اس کا اندراج فائدے سے خالی نہ ہوگا:

''الحمد للہ والمنۃ کہ نسخۂ کثیر المنفعت مسمی بہ ''قادر نامہ'' و دیگر اشعارِ برجستہ من تصنیفِ نواب والا جناب نجم الدولہ دبیر الملک میرزا اسد اللہ خاں نظام جنگ بہادر ادام اللہ اقبالہم و افضالہم و بر حاشیہ 'محمود نامہ' من تصنیف سلطان محمود غزنوی در ساعتِ سعید و اوانِ حمید بتاریخ بست و ششم ماہ نومبر ۱۸۶۱ء روز دوشنبہ در مطبع مطبع العلوم سینٹ اسٹیفنز کالج دہلی بمکان اشرف بیگ مرحوم متصل دریبہ خورد باہتمام بندہ رام جی داس پیرایۂ طبع پوشید''

''قادر نامہ'' کی عام اشاعتوں میں چار ابیات فارسی 'قطعہ' کے عنوان سے درج ہوئے ہیں۔ یہ ابیات زیرِ نظر اشاعت میں شامل نہیں اور نہ اُن دو اشاعتوں میں ہیں جو غالب کے زمانے کی ہیں اور جن کا ذکر سطورِ بالا میں کیا گیا ہے۔ ان اشاعتوں میں فارسی ابیات کی عدم موجودگی یہ

ظاہر کرتی ہے کہ یہ ابیات غالب کے نہیں، الحاقی ہیں، بعد میں کسی نے کہہ کر ''قادر نامہ'' میں شامل کر دیے۔ اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ''قادر نامہ'' اردو میں ہے اور یہ ابیات فارسی میں تو ہمارا یہ شبہ قوی تر ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ خود ان ابیات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ غالب کے نہیں، کسی تیسرے درجے کے شاعر نے کہے ہیں۔

۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ء) کی ایک اشاعت میں مذکورہ ابیات کا آخری مصرع اس طرح درج ہوا ہے:

رام تابعدار، دُر گوہر شمار

بعد کے نسخوں میں اس کی یہ شکل ہے:

رام تابع، دُر گہر، گوہر شمار

یہ دونوں صورتیں محلِ نظر ہیں۔ پہلی صورت اس لیے کہ ''تابعدار'' حال کی پیداوار ہے، غالب کے عہد میں اس کا چلن نہ تھا۔ دوسری صورت اس لیے محلِ نظر ہے کہ 'گہر' مستقل لغت نہیں، گوہر کی تخفیف ہے۔ ان میں سے صرف ایک کا ذکر کافی تھا۔ اس کے علاوہ یہ ابیات مثنوی کے ہیں، انھیں قطعہ کا عنوان نہیں دیا جا سکتا۔

(۳)

جدید اصولِ تدوین کا تقاضا ہے کہ ''قادر نامہ'' پر سیر حاصل تاریخی مقدمہ لکھا جائے اور ان نسخوں کو جو غالب کی زندگی میں شائع ہوئے، سامنے رکھ کر صحیح، صاف اور واضح متن تیار کیا جائے۔ مختلف نسخوں کا اختلاف دکھانا اور لغات کو صحیح طور سے ضبط کر کے ان پر تنقیدی نظر ڈالنا بھی ضروری ہے۔ جہاں غالب سے سہو ہوا ہے، اس کی نشان دہی اور خاص خاص صورتوں میں منشاے غلطی کا اظہار بھی کچھ کم اہم نہیں۔ پیشرو تعلیمی نصابوں سے ''قادر نامہ'' کا مقابلہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ مجلسِ یادگارِ غالب (جامعۂ پنجاب لاہور) نے ''قادر نامہ'' کا ایک صاف ستھرا نسخہ پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر کی تصحیح و اہتمام سے 'غالب صدی' کے موقع پر شائع کیا ہے۔

مرتب کی مخلصانہ کو سراہتے ہوئے ذیل میں کچھ گزارشیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ غالب کی تصنیف ہونے کے باوجود ''قادر نامہ'' کی غالب کی طرف نسبت میں مرتب کو تأمل ہے۔ فرماتے ہیں:

''سارے رسالے میں عربی اور فارسی کلمات کے جو مترادفات درج ہیں، ان کو شاعر نے ہندی کا نام دیا ہے اور کسی جگہ اردو کے نام سے نہیں پکارا، حالانکہ غالب اس سے بہت پہلے اس زبان کے لیے 'اردو' کا لفظ استعمال کرتا ہے۔''

استدلال کا حاصل یہ ہے کہ ''قادر نامہ'' غالب کی تصنیف ہوتا تو وہ 'ہندی' کی جگہ لفظ 'اردو' استعمال کرتے اور یہ بھی نہ کہتے:

چاہ کو ہندی میں کہتے ہیں کنواں
دود کو ہندی میں کہتے ہیں دھواں

یہ استدلال دو وجہ سے صحیح نہیں؛ اوّل اس وجہ سے کہ ہندی اردو ہم معنی الفاظ ہیں، ہندی کی جگہ اردو اور اردو کی جگہ ہندی کہنے میں کوئی قباحت نہیں۔ (اس پر میں نے ایک مضمون میں تفصیل سے بحث کی ہے)۔ دوم اس وجہ سے کہ الفاظ کی حد تک اردو ملی جلی زبان ہے، اس میں ہندی الاصل یعنی مقامی الفاظ بھی ہیں اور فارسی الاصل اور عربی الاصل الفاظ بھی۔ اگر یہ بتانا مقصود ہو کہ اردو کے سرمایۂ الفاظ میں سے کون سے الفاظ ہندی کے ہیں اور کون سے فارسی کے تو ایک لغوی، ہندی فارسی وغیرہ الفاظ استعمال کرنے پر مجبور ہے۔ ''قادر نامہ'' کی کیا خصوصیت ہے، تمام نصابی کتابوں اور 'نور اللغات' وغیرہ اردو لغات میں اصلیت کی نشان دہی کے لیے ہندی الفاظ کو ہندی اور فارسی الفاظ کو فارسی کہا گیا ہے۔ (''ہ'' اور ''ف'' وغیرہ علامت لکھ کر) اس کے یہ معنی نہیں کہ ان حضرات کے نزدیک ہماری زبان کا نام اردو نہیں بلکہ ہندی ہے۔

مرتب کی سب سے بڑی فروگزاشت یہ ہے کہ ان کی نظر لفظ کی اصلیت پر نہیں جاتی،

نہ وہ اس کا حسب نسب دیکھتے ہیں، محض اس لیے کہ لفظ پنجابی میں مستعمل ہے، اردو پنجابی کے گہرے قرابتی رشتوں کو نظرانداز کر کے اسے پنجابی کے دامن میں باندھ دیتے ہیں۔ ''پونی'' (گلولۂ ریسماں) اردو بھی ہے اور پنجابی بھی۔ یہ لفظ اپنی اصل بورنز (= مکمل) اور ِ کا (لاحقۂ نسبت) سے ڈھل ڈھلا کر ان زبانوں میں پہنچا۔ اردو پنجابی دونوں نے اسے پراکرت (سنسکرت) سے ترکے میں پایا۔ لیکن مرتب محض اس بنا پر کہ یہ پنجابی میں مستعمل ہے، اسے پنجابی ٹھہراتے ہیں اور یہ نظرانداز کر جاتے ہیں کہ قدیم اردو لغات نوادر (خان آرزو) اور نفائس (اوحد الدین بلگرامی) نے اس کو اردو بتایا ہے اور درج ذیل اردو کہاوت میں یہ استعمال بھی ہوا ہے:

''دن کو اونی اونی رات کو چرخا پونی''

اگر یہ لفظ پنجابی میں مستعمل ہونے کی وجہ سے پنجابی الاصل ہو سکتا ہے تو اردو میں مستعمل ہونے کی وجہ سے اردو کیوں نہیں ہو سکتا؟

''قادر نامہ'' کے مرتب نے لکھا ہے: ''آمد نامہ راقم کی نظر سے نہیں گزرا اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ یہ کس کی تصنیف ہے۔'' 'آمد نامہ' خلیفہ غیاث الدین عزت رام پوری کی تصنیف ہے۔ مدارس میں بچوں کو فارسی سکھانے کے لیے یہ رسالہ از بر کرایا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ 'صفوۃ المصادر' مرتبہ محمد مصطفیٰ خاں کو بھی، جو ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۴ء) میں طبع ہوا، 'آمد نامہ' کہتے ہیں۔ یہ رسالے عام طور پر بازار میں ملتے ہیں۔

(۴)

فارسی، اردو، عربی نیز ترکی کے بے شمار غریب اور نامعلوم الفاظ ''قادر نامہ'' میں درج ہوئے ہیں، ان کا ضبط ضروری تھا۔ حیرت کی جا ہے کہ بعض خاصے معروف اور مشہور الفاظ کو تو ضبط کر دیا (جیسے چُما، گُربہ، ہَول، دُر) اور غیر معروف الفاظ معرّا چھوڑ دیے گئے؛ مثلاً راسو، ٹھلیا، شغال، کنجد، پرہ، سیہ، پشک، کلاش، موز، چکہ، پست، مچھی وغیرہ۔ یہ کسی قدر انجانے الفاظ ہیں، انھیں اعراب کے بغیر صحیح نہیں پڑھا جا سکتا۔

توضیحی حواشی میں چھان پھٹک کی ضرورت ہے۔ بعض نسخوں میں ''دسپنا'' کے ذیل میں کسی نے یہ نوٹ دیا تھا:

''دست پناہ کی فارسی آتش کش اور عربی بلقاط ہے اور انبر کو ہندی میں سنسی کہتے ہیں''۔

وہ نوٹ جوں کا توں نقل کر دیا گیا اور اس پر غور نہیں کیا گیا کہ اردو لفظ ''دست پناہ'' نہیں 'دسپنا''' ہے۔ غالب نے ''دسپنا'' لکھا تھا۔ اس کے علاوہ ''بلقاط'' کوئی لفظ نہیں۔ یہ مِلقاط (کسرۂ ''م'' اور سکون ''ل'') ہے مادہ ''لقط'' بمعنی ''چننا'' کا اسم آلہ جس کے معنی ہیں چننے کا اوزار۔ ''آتش کش'' کے ساتھ آتش گیر کا ذکر بھی ضروری تھا کہ یہ آتش کش کے مقابلے میں زیادہ عام ہے۔

''قادر نامہ'' کا صحیح قدیم نسخہ مرتب کے سامنے نہیں اس لیے ان کی اختیار کردہ قرأت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور صحیح قرأت نہ ہونے کی وجہ سے الفاظ و لغات کی حقیقت و حیثیت مشتبہ ہو جاتی ہے۔ پیش نظر اشاعت کو سامنے رکھیں اور فنی اصول نیز صحیح و سلیم ادبی ذوق سے کام لیں تو بعض صورتوں میں وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ مرتب کی اختیار کردہ قرأت مغشوش اور مغلوط ہے۔ مثلاً ''قادر نامہ'' کے دوسرے شعر کا پہلا مصرع مرتب نے اس طرح نقل کیا:

پیشوائے دین کو کہیے امام

پیشِ نظر اشاعت میں یہ مصرع اس طور پر ہے:

پیشوائے دیں کو کہتے ہیں امام

مضاف الیہ ہونے کی صورت میں 'ن'' کا اظہار نہیں ہوتا اس لیے میں پیش نظر اشاعت کی قرأت کو صحیح سمجھتا ہوں۔

درج ذیل مصرع میں:

گال پر جو تِل ہے اس کو خال کہہ

'ہے' کی جگہ 'ہو' چاہیے جیسا کہ پیش نظر اشاعت میں ہے:

گال پر جو تِل ہو اس کو خال کہہ

''قادرنامہ'' کی ایک بیت تھی:

منھ پر گر جھڑی پڑے آژنگ جان
فارسی چھینکے کی تُو آونگ جان

مرتب نے 'جان' کو 'ہے' سے بدل کر بیت کو یوں نقل کیا ہے:

فارسی چھینکے کی تو آونگ ہے

اوراس پر غور نہیں کیا کہ اس قرأت کی صورت میں 'تو' کے کیا معنی ہوں گے:

پھاوڑا ہے بیل، دانتی داس ہے

'دانتی' غالب کی زبان نہیں۔ 'پنج آہنگ' میں 'داس' کا مرادف غالب نے درانتی لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔ یہ مصرع اس طور پر ہے:

پھاوڑا بیل اور درانتی داس ہے

ذنب (فتحہ د،ن) کے معنی ہیں دُم۔ دُمچی ساز کا وہ تسمہ ہے جو گھوڑے کی دم کے نیچے رہتا ہے۔ 'پارہ دم' یا 'پاردم' اس کا مترادف ہے۔ غالب نے لکھا تھا:

پوزی افسار اور دُمچی پارہ دم

مرتب نے مصرع یوں لکھا:

پوزی افسار اور دمچی ذنب دم

ذَنَب پر حاشیہ دیا ہے کہ ''ذَنَب بفتحتین بمعنی دُم ہے۔ بضرورتِ شعری سکونِ نون سے پڑھنا چاہیے[۳]''۔

نصابی کتابوں میں شعری ضرورت سے تصرف کی گنجائش نہیں، اس سے تعلیم کا مقصد فوت ہوتا ہے۔

(۵)

آخر میں چند اختلافاتِ قرأت کا ذکر کروں گا؛ دونوں قرأتوں کے مقابلے کے بعد

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ ان میں سے کون سی قرأت صحیح یا قرین صواب ہے۔

۱۔اشاعتِ ۱۸۶۱ء	۲۔اشاعتِ مجلسِ یادگارِ غالب
کعبہ مکہ، وہ جو ہے بیت الحرام	کعبہؑ و مکہ جو ہے بیت الحرام
ہے محبت مہر لازم ہے پناہ	ہے محبت مہر، سلطاں بادشاہ
کینکڑا سرطان ہے، کچھوا سنگ پشت	کیکڑا سرطان ، کچھوا سنگ پُشت
میش کا ہے نام بھیڑ اے خود پسند	بھیڑ ہے میش اور اچھا ہے پسند
بوسہ مچھی، چاہنا ہے خواستن	بوسہ چُما، چاہنا ہے خواستن
جمعہ کے دن وعدہ ہے دیدار کا	جمعے کا وعدہ ہوا دیدار کا
پھاند جانا یاد ہو دیوار کا	پھاند جانا یاد ہے دیوار کا
اور گھنٹالاہے درائے یاد رکھ	اور گھنٹے کی درا ہے یاد رکھ
بھڑ کی بھائی فارسی زنبور ہے	بھِڑ کی دیکھو فارسی زنبور ہے

مجلسِ یادگارِ غالب کی اشاعت میں ذیل کے الفاظ غلط درج ہوئے ہیں۔ توسین میں

ان کی صحیح شکل پیش کی جارہی ہے:

یاں (ہاں) اسغر (اُشغُر) اہلہ (نالہ) اخلکند و (اُخلکند و)۔

اختلافِ املا کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ قوسین میں زیرِ نظر اشاعت کا املا دیا گیا ہے:

مصلی (مصلا) ہاتھ (ہات) مُنہ (مونھ) دھپے کا (دھپہ کا) کیکڑا (کینکڑا) اُلاغ (اولاغ) اُجاغ (اوجاغ) ماں (ما) کاٹھ (کاٹ)۔

'اُولاغ' وغیرہ کو چھوڑ کر جس میں قدیم حرفی اعراب کی روایت کا تتبع کیا گیا ہے، کیا یہ مناسب نہ تھا کہ تا بمقدور غالب کے طرزِ املا کو برقرار رکھا جاتا، یا کم سے کم حواشی ہی میں متبادل نسخے کے طور پر درج کر دیا جاتا۔ اُس صورت میں اس کا اہتمام ضروری ہو جاتا ہے جب املا کی بنیاد قدیم تلفظ پر ہو؛ مثلاً ما، کاٹ، ہات، کینکڑا وغیرہ۔

محض یہ بتانے کے لیے کہ ''قادر نامہ'' جیسے نصابی یعنی تعلیمی رسالے میں کسی قسم کے توضیحی نوٹ ہونے چاہئیں، میں صرف چند الفاظ پر بحث کروں گا:

مسّا آزخ اور چھالہ آبلہ

اور ہے دائی جنائی قابلہ

'قابلہ' بسکونِ 'ب' (آبلہ کے وزن پر) نظم ہوا ہے، صحیح بکسر ''ب'' ہے۔ قابلہ دائی نہیں جنائی ہے۔ غالب نے اس کو 'دائی جنائی' کہا ہے۔

صرصر آندھی، سیل نالا، باد باؤ

''سیل'' کی بندی لہریا بہیا (بہاؤ) ہے۔ ''نالا'' پانی کی نکاسی کے لیے بنایا جاتا اور نالی سے بڑا ہونے کی وجہ سے نالا کہلاتا ہے۔

کعبۂ مکہ وہ جو ہے بیت الحرام

بیت الحرام (= مقدس گھر) مکہ نہیں کعبہ ہے۔

دپٹنا انبُر ہے اور انبور ہے

''انبُر'' (فتحہ ا، ن غنہ، ضمہ ب) اردو سنسی۔ ''انبور اُس کا مزید علیہ''۔ ''دسپنا'' مورّد ہے۔ چمٹا اردو، آتش کش یا آتش گیر فارسی۔

''بسترا'' عوامی شکل ہے ''بستر'' کی۔ غالب کا یہ کہنا صحیح ہے:

بسترا بولیں سپاہی اور فقیر
ورنہ بستر کہتے ہیں برنا و پیر

بہر نوع مجلسِ یادگارِ غالب ''قادر نامہ'' کی صاف ستھری اشاعت پر مستحقِ مبارکباد و سزاوارِ ستائش ہے۔

حواشی

۱۔ 'پنج آہنگ' میں بھی 'دسپنا' ہی ہے۔
۲۔ مطبعِ سلطانی اور محبس پریس کی اشاعتیں بھی سامنے رکھی گئی ہیں۔
۳۔ تحسین سروری کے مرتبہ نسخے میں جو مطبع سلطانی کے نسخے پر مبنی بتایا جاتا ہے، 'پاردم' کی جگہ 'پادوم' چھپا ہے، یہ غالباً کتابت کی غلطی ہے۔
۴۔ غالب نے ''پنج آہنگ'' میں ''گھنٹالا'' ہی لکھا ہے۔

(صحیفہ، لاہور، اپریل ۱۹۷۱ء)

تحسین سروری

قادرنامۂ غالب

طلباء کو فارسی زبان سکھانے کے لیے قدیم زمانے میں نظم ونثر کی بیسیوں کتابیں لکھی گئیں۔ اس قسم کی اوّلین منظوم کتاب ''خالق باری'' ہے جو ۱۰۳۱ھ میں لکھی گئی۔ اس کا مصنف، مولانا محمود شیرانی مرحوم کی تحقیق کے بموجب ضیاء الدین خسرو تھا۔ ایک مدت تک یہ کتاب ہندوستان کے فارسی نصاب میں داخل رہی۔ اس طرز کی یوں تو کئی اور بھی چھوٹی چھوٹی کتابیں دستیاب ہو چکی ہیں، لیکن ''خالق باری'' کے جتنے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نسخے ملتے ہیں اتنے کسی اور رسالے کے نہیں ملتے۔ چونکہ ہمارے ملک میں درس وتدریس کے سلسلے میں یہ اوّلین کتاب مان لی گئی تھی اس لیے اس کا طرز نہایت پسندیدہ ثابت ہوا اور اس تتبع میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ یقیناً ان کتابوں یا رسالوں سے اُس زمانے کے طلباء نے استفادہ کیا ہوگا۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ موجودہ زمانے میں بھی ایسی کتابیں ہماری تعلیمی ضروریات کو پورا نہ کرسکیں۔

اُردو زبان کے تدریجی ارتقا پر روشنی ڈالنے کے لیے ہمارے مؤرخین زبان وادب نے ان سے اکثر کام لیا ہے۔

''خالق باری'' کے طرز کا ایک منظوم رسالہ مرزا غالب نے بھی لکھا جس کا نام ''قادر نامہ'' ہے۔ اگرچہ غالب کی تصانیف کے سلسلے میں اس رسالے کا بہت کم ذکر آیا ہے، تاہم بعض محققین نے اس کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ ضرور لکھا ہے۔

تحقیق

ا۔ مالک رام نے ''ذکر غالب'' (طبع دوم، ص ۱۴۰) میں ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے مضمون ''میرن صاحب'' مندرجہ رسالۂ اردو بابتہ جولائی ۱۹۳۷ء کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''مرزا نے عارف کے دونوں بچوں باقر علی خان اور حسین علی خان کی تعلیم کے لیے یہ رسالہ تصنیف کیا تھا'' لیکن مولانا غلام رسول مہر اس کو غالب کی تصنیف نہیں مانتے، موصوف اپنی کتاب ''غالب'' (طبع چہارم، ص ۳۸۲) میں لکھتے ہیں کہ:

> ''اس کتاب کا ایک نسخہ جو ۱۸۷۳ء کا چھپا ہوا ہے پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ پبلشر کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب غالب کی تصنیف سے ہے لیکن مجھے اس میں کلام ہے۔''

۲۔ مالک رام نے ایک مضمون رسالہ اُردو بابتہ جولائی ۱۹۴۷ء میں بھی شائع کرایا تھا، جس میں قادر نامہ کے مصنف کے متعلق تحقیق کی گئی ہے۔ اور اندرونی اور بیرونی شہادتوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ رسالہ غالب ہی کا لکھا ہوا ہے، لیکن مولانا مہر اس مضمون سے بھی مطمئن نہ ہو سکے، وہ اپنی کتاب کے طبع چہارم میں مالک رام کے خیال کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''میں ان داخلی شہادتوں سے آگاہ نہ ہو سکا''

لیکن کیا ہی اچھا ہوتا کہ مولانا مہر قادر نامہ کو غالب کی تصنیف نہ ماننے کے اسباب بھی بیان فرما دیتے۔ باوجود مولانا مہر کے اس اختلاف کے قادر نامہ کو غالب کی تصنیف تسلیم کر لیا گیا ہے، کیونکہ تسلیم نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

۳۔ مالک رام کو قادر نامہ کے جس نسخے کی بنا پر غالب کی تصنیف ہونے پر اصرار ہے،

وہ کتاب خانۂ رام پور میں موجود ہے، جس کے متعلق مولوی امتیاز علی عرشی تحریر فرماتے ہیں:

''بعض حضرات کو قادر نامہ کی تصنیفِ غالب ہونے میں شبہ ہے، لیکن کتاب خانۂ رام پور میں اس کا ایک ایسا نسخہ موجود ہے جو ۱۸۶۴ء (۱۲۸۰ھ) میں خود محبس پریس دہلی سے چھپا تھا۔ اس میں نہایت صفائی کے ساتھ اسداللہ خان غالب دہلوی کو اس کا مؤلف بتایا ہے۔ اس شہادت کے سوا خود اشعار بالخصوص دو نمونے کی غزلوں سے غالب کی شوخی اور ندرت بیان اتنی ہویدا ہے کہ جو اصحاب غالب کی افتادِ طبع سے کماحقہ واقف ہیں ایک لمحہ کے لیے بھی اسے غالب کے علاوہ کسی دوسرے کا نتیجۂ طبع تسلیم نہیں کر سکتے۔''

(حاشیہ دیباچہ مکاتیب غالب، ص ۳۵ طبع ششم ۱۹۴۹ء)

۴۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ اپنی کتاب ''سرگزشت غالب'' (طبع دوم ۱۹۵۰ء ص ۴۶) میں قادر نامہ کی شانِ نزول پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ آٹھ صفحوں کا مختصر رسالہ پہلی بار اکتوبر ۱۸۷۳ء کو مطبع منشی مداری لال لاہور سے شائع ہوا اور اس کے بعد قادر نامہ کے متعدد ایڈیشن چھپے۔''

ایک مدت سے کتاب خانۂ رام پور کے نسخہ مطبوعہ ۱۸۶۴ء محبس پریس دہلی کی شہرت چلی آرہی تھی اور محققین غالب نے اسی کو پہلا ایڈیشن قرار دیا تھا۔ لیکن تعجب ہے کہ ڈاکٹر زورؔ نے ۱۸۷۳ء والے نسخے کو پہلا ایڈیشن قرار دیا ہے۔ مولانا غلام رسول مہر پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے جس نسخے کا حوالہ دیتے ہیں وہ بھی ۱۸۷۳ء کا مطبوعہ ہے، ممکن ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی مراد اسی نسخے سے ہو۔

۵۔ چند سال قبل حیدرآباد (دکن) میں مجھے کئی ایک علمی و ادبی نوادر سرکاری اور خانگی کتب خانوں میں دیکھنے کا اتفاق ہوا، اُن نوادر میں قادر نامہ غالب کا ایک مطبوعہ نسخہ بھی ہے جو کہ

میرے دوست سید مرتضیٰ حسین (علیگ) کے کتب خانہ کی زینت ہے اور میرے خیال میں یہ ایک ایسا نسخہ ہے جو مولانا غلام رسول مہر کے اشتباہ کو دور کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ یہ مطبع سلطانی واقعہ قلعہ مبارک کا چھپا ہوا نسخہ ہے اور کتاب خانہ رام پور کے نسخے سے بھی پرانا ہے۔ اس کے سرورق پر یہ عبارت لکھی ہے:

''قادر نامہ تصنیف کیا ہوا۔ نجم الدولہ مرزا اسد اللہ خان بہادر متخلص بہ غالب در مطبع سلطانی واقع قلعہ مبارک ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۶ء) میں چھپا۔''

۶۔ مذکورہ اصل نسخے کے علاوہ حال میں مجھے مجلۂ عثمانیہ کی تیسری جلد کا شمارہ اوّل بابت جون ۱۹۲۹ء دستیاب ہوا، جس میں ڈاکٹر سید سجاد مرحوم کی مختصر سی تمہید کے ساتھ قادر نامہ شائع کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو بھی مطبع سلطانی والا نسخہ ملا تھا۔ مجلّہ میں قادر نامہ کے بعض اشعار غلط کتابت کی وجہ سے مجروح ہو گئے ہیں، لیکن ڈاکٹر سجاد کی عبارت میں چونکہ چند ایک باتیں بڑے کام کی نکل آتی ہیں، اس لیے پوری عبارت کو نقل کرنا بہتر ہوگا:

''اس مہینے میں پرانی کتابوں کا دہلی سے جو ایک پارسل میرے نام موصول ہوا اس میں غالب کی ایک مطبوعہ نظم تھی۔ اس کا نام ''قادر نامہ'' ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ اس نظم کا ذکر نہ تو غالب کے سوانح نویسوں نے کہیں کیا اور نہ خود غالب نے اپنے رقعات میں کیا۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ نظم غدر کے بہت بعد تک دِہلی سے لکھنؤ تک مشہور تھی، چنانچہ عالی جناب نواب صدر یار جنگ بہادر سے جب اس کا تذکرہ آیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس کو انھوں نے اپنے ایام طفولیت میں پڑھا تھا۔ اسی طرح اور احباب بھی جن کا لڑکپن غدر کے بعد گزرا ہے اس کتاب سے واقف ہیں۔ لیکن عجیب بات ہے کہ نواب حیدر یار جنگ بہادر نظم طباطبائی نے اس کا نام تک نہیں سنا۔ نظم کچھ طولانی نہیں، کُل بارہ صفحہ پر ختم ہو جاتی

ہے۔ اس لیے ہم اس کو مجلّہ میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں تاکہ اس کی کثیر التعداد نقلیں ادھر سے اُدھر پھیل جائیں۔ نظم پر کسی قسم کی تنقید کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ غالب کی کوئی بات لطف سے خالی نہ تھی اور یہ غالب کا کلام ہے۔ بچوں کے لیے لکھا گیا ہے، لیکن بڑے بھی جو لٹریچر کا قدرے قلیل ذوق رکھتے ہیں اسے مزے لے لے کر پڑھیں گے۔''

(سید سجاد)

تاریخِ تصنیف وطبع

۱۲۷۲ھ کا مطلب یہ ہوا کہ یہ رسالہ غالب کی وفات کے تقریباً تیرہ سال قبل یعنی ۱۸۵۶ء میں طبع ہوا تھا۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ مطبع سلطانی قلعہ مبارک میں واقع ہے اور رسالہ کی طباعت کے وقت غالب زندہ تھے اور دہلی میں رہتے تھے اور یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ کسی اور کی تصنیف اگر غلطی سے غالب کے نام سے چھپ جاتی تو وہ احتجاج نہ کرتے۔

کتاب خانۂ رام پور کے نسخے کی بھی یہی صورت ہے۔ وہ نسخہ بھی غالب کی زندگی ہی میں چھپا تھا۔ لہٰذا میرے خیال میں اب بھی قادر نامہ کو غالب کی تصنیف نہ ماننا سراسر غلطی ہوگی۔

چونکہ اس رسالے کے متعدد ایڈیشن متعدد چھاپا خانوں کے چھپے ہوئے ملتے ہیں اور ان سب میں قدیم نسخہ کتب خانہ رام پور کا ہے اس لیے مالک رام نے اس کو پہلا ایڈیشن قرار دیا ہے لیکن مطبع سلطانی کا نسخہ دستیاب ہونے کے بعد یہ خیال صحیح نہیں رہتا۔ اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۶ء) کا مطبوعہ قادر نامہ کا پہلا ایڈیشن ہے۔

وجہ تصنیف

اکثر لوگ غالب کی ہر بات کی تصدیق اُن کے فارسی و اردو خطوط سے چاہتے ہیں، اور جس بات کا ذکر غالب کے کسی خط میں ہوتا ہے اسی کو مستند و مصدقہ سمجھتے ہیں اور چونکہ غالب نے اپنے کسی خط میں ''قادر نامہ'' کا ذکر نہیں کیا لہٰذا ہمارے بعض محققین وقتاً اس کو غالب کی تصنیف

ہی نہیں مانتے۔ لیکن میرے خیال میں یہ ان کی زیادتی ہے اور جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ یہ رسالہ صرف گھر کے بچوں کے لیے لکھا گیا تھا اور اس کو طبع و شائع کرنے کا غالب کو خیال بھی نہ آیا ہوگا جس کی وجہ سے انھوں نے اس کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

جن صاحبوں نے ''خالق باری'' یہ اس سلسلہ کی دوسری کتابوں کا مطالعہ کیا ہے وہ ''قادر نامہ'' اور ان کتابوں میں نمایاں فرق محسوس کریں گے، فرق صرف زبان و بیان ہی کا نہیں بلکہ اسلوب اور لفظوں کے انتخاب کا بھی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ''قادر نامہ'' کی تصنیف سے قبل کے رسالوں میں اِنھیں الفاظ کے معنی بتائے گئے ہیں جو ان کی تصنیف کے وقت عام طور پر مروّج و مستعمل تھے۔ لیکن ان رسالوں میں منظوم ہونے کے باوجود شاعرانہ زیب و زینت نام کو بھی نہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہی ہوگی کہ ان کو تصنیف کرنے والے باقاعدہ شاعر نہ تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ فارسی کی تقلید میں محض فیشن کے طور پر ایسے بے شمار رسالے لکھے گئے تھے۔

غالب چونکہ باقاعدہ اور قادر الکلام شاعر تھے اس لیے ''قادر نامہ'' میں ایک درسی کتاب ہونے کے باوجود پورے لوازمِ شعری موجود ہیں اور اس کے ساتھ ہی ایک اندازہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ''خالق باری'' یا اسی قسم کے کسی اور رسالے پر غالب کو اعتماد نہ تھا اور کوئی رسالہ ان کے معیار پر پورا نہ اترتا تھا۔ لہٰذا انھوں نے اپنے گھر کے بچوں کے لیے ایک نیا رسالہ تصنیف کرنا ہی بہتر سمجھا۔ اس سے غالب کی انفرادیت اور خود پسندی بھی ظاہر ہوتی ہے۔

کتاب کا نام

سوال پیدا ہوتا ہے کہ غالب نے اس کا نام ''قادر نامہ'' ہی کیوں رکھا۔ سوال کے ساتھ ہی خیال ہوتا ہے کہ چونکہ لڑکے اس کو حفظ ہونے کے بعد فارسی و عربی الفاظ پر کافی حد تک قادر ہو جاتے ہیں اس لیے اسی رعایت سے انھوں نے اس کا نام ''قادر نامہ'' تجویز کیا۔ چنانچہ ''قادر نامہ'' کا آخری شعر بھی ایک حد تک اس خیال کی تائید کرتا ہے:

جس نے قادر نامہ سارا پڑھ لیا
اس کو آمد نامہ کچھ مشکل نہیں

ایک یہ نظریہ بھی قائم کیا جاسکتا ہے کہ جس طرح انھوں نے ''اسد اللہ غالب'' کی رعایت سے اپنا تخلص غالب رکھا تھا، اسی طرح غالب کی رعایت سے ''قادر نامہ'' رکھا ہو لیکن یہ محض قیاس ہے۔

اسے مسئلے کی عقدہ کشائی مولانا غلام رسول مہر اور جناب مالک رام کے بیانات سے بھی ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں ''چونکہ اس نظم کا پہلا شعر لفظ 'قادر' سے شروع ہوتا ہےاس لیے اس کا نام قادر نامہ رکھا گیا۔'' میرے نزدیک یہ خیال زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ''قادر نامہ'' سے قبل کے رسالوں کے نام بھی کچھ اسی رعایت سے رکھے گئے تھے۔ مثال کے طور پر ''خالق باری''، ''رازق باری'' اور ''فیض جاری'' کے پہلے شعر جن الفاظ سے شروع ہوئے ہیں وہی اُن کے نام ہیں:

خالق باری سرجن ہار
واحد ایک بڑا کرتار

رازقِ باری حق ہے جان
اس کا نور نبی پہچان

فیض جاری رکھا ہے اس کا نام
تا ہوں سیراب اس سے تشنہ انام

تعداد اشعار

ہمارے زیرِ بحث نسخے میں کُل اشعار کی تعداد ۱۳۲ ہے اور اس کے آخر میں چار اشعار کا

وہ قطعہ نہیں ہے جس کا ذکر مالک رام صاحب نے اپنی کتاب ''ذکر غالب'' میں کیا ہے۔ اگر اس نسخے میں بھی مذکورہ قطعہ شامل رہتا تو دونوں نسخوں کے اشعار کی تعداد ایک ہی ہوتی۔ لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ یہ قطعہ خود غالب کا کہا ہوا ہے یا اہل مطبع نے جیسا کہ دستور تھا کسی اور کا قطعہ خاتمے کے طور پر درج کر دیا۔

قطعہ کا مضمون کیا ہے، آیا یہ تاریخی ہے یا قادر نامہ کا جز معلوم ہوتا ہے۔ اگر اس کی بھی صراحت بھی کر دی جاتی تو مناسب تھا۔

طرزِ بیان :

''قادر نامہ'' میں مصنف نے فارسی و عربی کے ان تقریباً چار سو ۴۰۰ الفاظ کے معنی بتائے ہیں جو اردو میں بالعموم مستعمل ہیں۔ اس قسم کی منظوم کتاب میں کسی شاعر کے طرزِ بیان کا سلامت رہنا مشکل ہے، لیکن اکثر جگہ غالب کے خاص رنگ کی جھلک پائی جاتی ہے اور یہ بات غالب ہی سے ممکن تھی۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:

نام گل کا پھول شبنم اوس ہے
جس کو نقارہ کہیں وہ کوس ہے

خار کانٹا، داغ دھبہ، نغمہ راگ
سیم چاندی، مس ہے تانبا، بخت بھاگ

آجل اور آروغ کی ہندی ڈکار
مے شراب اور پینے والا میکسار

غرض اس قسم کے کئی اشعار ہیں جو غالب کے نتیجۂ طبع ہونے کی غمازی کرتے ہیں۔ نظم اتنے خشک موضوع پر ہونے کے باوجود پیرایۂ بیان میں بہرحال غالب کی دل نشینی موجود ہے۔

فارسی اور اردو مصادر کو جس خوبی سے نظم کیا گیا ہے وہ غالب ہی کا حصہ ہے۔

ہے گزرنے کی گزشتن فارسی
اور پھرنے کی ہے گشتن فارسی

وہ سرودن ہے جسے گانا کہیں
ہے وہ آوردن جسے لانا کہیں

زیستن کا جانِ من جینا کہو
اور نوشیدن کا تم پینا کہو

''قادرنامہ'' میں رواج کے خلاف غالب نے دو غزلیں بھی شامل کیں ہیں، پہلی غزل کی تمہید ایک شعر میں یوں باندھی ہے۔

کس کو کہتے ہیں غزل ارشاد ہو
ہاں غزل پڑھیے سبق گر یاد ہو

اس کے بعد یہ غزل ہے

صبح سے دیکھیں گے رستہ یار کا
جمعے کا دن وعدہ ہے دیدار کا

دوسری غزل کا مطلع یہ ہے

شعر کے پڑھنے سے کچھ حاصل نہیں
مانتا لیکن ہمارا دل نہیں

ان غزلوں میں مولانا عرشی کے نزدیک:

''غالب کی شوخی اور ندرتِ بیان ہویدا ہے''

لیکن بعض لوگ ان غزلوں کی وجہ سے بھی کہتے ہیں کہ ''قادر نامہ'' غالب کی تصنیف نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کہ اس خیال کے اظہار کے وقت ان کے ذہن میں غالب کا رنگِ شاعری، ان کی بلندیٔ مضامین اور ان کا فلسفیانہ مزاج ہوتا ہے اور اسی معیار سے ان غزلوں کو بھی دیکھتے ہیں، لیکن یہ غور نہیں کرتے کہ یہ غزلیں بچوں کی دل چسپی برقرار رکھنے کی غرض سے شامل کی گئی ہیں۔ چنانچہ غالب ایک شعر میں یہ نصیحت آمیز بات کہتے ہیں:

علم ہی سے قدر ہے انسان کی
ہے وہی انسان جو جاہل نہیں

اس کے بعد ہی پھر یہ شعر کہتے ہیں جس سے یقیناً بچے ہنس پڑیں گے:

کیا کہیں کھائی ہے حافظ جی کی مار
آج ہنستے آپ جو کھِل کھِل نہیں

پہلی غزل تو پوری کی پوری ایسی ہے جس کے ہر شعر پر بچے محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

وہ چراوے باغ میں میوہ جسے
پھاند جانا یاد ہو دیوار کا

واہ بے لڑکے پڑھی اچھی غزل
شوق ابھی سے ہے تجھے اشعار کا

جیسے ہی غزل اس شعر پر ختم ہوئی بچوں کے ذہن کو اصل سبق یاد کرنے کی طرف پھیر دیا۔

لو سنو! کل کا سبق آجاؤ تم

غرض غالب کا یہ منظوم رسالہ کچھ ایسی بے ساختگی اور سلاست و روانی کا ایک عمدہ نمونہ ہے کہ بچے تو کیا بوڑھے بھی اس سے لطف اندوز ہوسکتے ہیں۔ سچ ہے غالب عجیب صاحبِ کمال شخص تھے۔ جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے اپنے غیر معمولی جوہر نمایاں کر دیے۔

اہمیت

اس میں شک نہیں کہ غالب کی اور تصنیف کے مقابلہ میں اُن کا یہ رسالہ کوئی زیادہ وقیع نہیں، لیکن اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ اس کو کوئی اہمیت ہی نہ دی جائے۔ کم سے کم اس کی اس لحاظ سے ہی قدر کرنی چاہیے کہ یہ مرزا غالب جیسے فخرِ روزگار شاعر کی تصنیف ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کی اشاعت کے بعد کتنے آدمی اس سے مستفید ہو سکیں گے۔ لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ عام فارسی خوانوں خاص کر غالب کی نظم و نثر کو شوق سے پڑھنے والوں کے لیے یہ رسالہ دل چسپ ثابت ہوگا۔

متن قادرنامہ

از

میرزا اسداللہ خاں غالب

(مرتبہ تحسین سروری)

قادر اللہ اور یزداں ہے خدا
ہے نبیؐ مُرسل پیمبر رہ نُما
پیشوائے دیں کو کہتے ہیں امام
وہ رسول اللہؐ کا قائم مقام
ہے صحابیؓ دوست خالص ناب ہے
جمع اُس کی یاد رکھ اصحاب ہے
بندگی کا ہاں عبادت نام ہے
نیک بختی کا سعادت نام ہے
کھولنا افطار ہے اور روزہ صوم
لیل یعنی رات، دن اور روز یوم
ہے صلوٰۃ اے مہرباں اسم نماز
جس کے پڑھنے سے ہو راضی بے نیاز
جا نماز اور پھر مصلّیٰ ہے وہی
اور سجادہ بھی گویا ہے وہی

اسم وہ ہے جس کو تم کہتے ہو نام
کعبہ مکہ وہ جو ہے بیت الحرام
گِرد پھرنے کو کہیں گے ہم طواف
بیٹھ رہنا گوشے میں ہے اعتکاف
پھر فلک چرخ اور گردوں اور سپہر
آسماں کے نام ہیں اے رشکِ مہر
مہر سورج، چاند کو کہتے ہیں ماہ
ہے محبت مہر، لازم ہے نباہ
غرب پچھم، اور پورب شرق ہے
ابر بدلی اور بجلی برق ہے
آگ کا آتش اور آذر نام ہے
اور انگارے کا اخگر نام ہے
تیغ کی ہندی اگر تلوار ہے
فارسی پگڑی کی بھی دستار ہے
نیولا راسو ہے اور طاؤس مور
کبک کو ہندی میں کہتے ہیں چکور
خُم ہے مٹکا اور ٹھلیا ہے سبو
آب پانی بحر دریا نہر جُو
چاہ کو ہندی میں کہتے ہیں کنواں
دود کو ہندی میں کہتے ہیں دھواں

دودھ جو پینے کا ہے وہ شیر ہے
طفل لڑکا اور بوڑھا پیر ہے
سینہ چھاتی، دست ہاتھ اور پائے پاؤں
شاخ ٹہنی، برگ پتّا، سایہ چھاؤں
ماہ چاند، اختر ہیں تارے، رات شب
دانت دنداں، ہونٹ کو کہتے ہیں لب
استخواں ہڈی ہے اور ہے پوست کھال
سگ ہے کتّا اور گیدڑ ہے شغال
تِل کو کنجد اور رُخ کو گال کہہ
گال پر جو تِل ہو اس کو خال کہہ
کینکڑا سرطان ہے کچھوا سنگ پشت
ساق پنڈلی، فارسی مٹھی کی مشت
ہے شکم پیٹ اور بغل آغوش ہے
کہنی آرنج اور کندھا دوش ہے
ہندی میں عقرب کا بچھو نام ہے
فارسی میں بھوں کا ابرو نام ہے
ہے وہی کژدم جسے عقرب کہیں
نیش ہے وہ ڈنک جسکو سب کہیں
ہے لڑائی حرب اور جنگ ایک چیز
کعب ٹخنا اور شالنگ ایک چیز

ناک بینی، پرّہ نتھنا، گوش کان
کان کی لو نرمہ ہے اے مہربان
چشم ہے آنکھ اور مژگان ہے پلک
آنکھ کی پتلی کو کہیے مردمک
مُنھ پہ گر جھرّی پڑے آژنگ جان
فارسی چھینکے کی تو آونگ جان
مسّہ آزک اور چھالا آبلہ
اور ہے دائی جنائی قابلہ
اونٹ اُشتر اور اشعر سیہہ ہے
گوشت ہے لحم اور چربی پیہہ ہے
ہے زنخ ٹھوڑی گلا ہے حنجرہ
سانپ ہے مار اور جھینگر زنجرہ
ہے زنخ ٹھوڑی ذقن بھی ہے وہی
خاد ہے چیل اور زغن بھی ہے وہی
پھر غلیواز اس کو کہیے جو ہے چیل
چیونٹی ہے مور اور ہاتھی ہے پیل
لومڑی روباہ اور آہو ہرن
شمس سورج اور شعاع اس کی کرن
اسپ جب ہندی میں گھوڑا نام پائے
تازیانہ کیوں نہ کوڑا نام پائے
گُربہ بلّی، موش چوہا، دام جال

رشتہ تاگا، جامہ کپڑا، قحط کال
خر گدھا اور اس کو کہتے ہیں اُلاغ
دیگ داں چولھا جسے کہیے اجاغ
ہندی چڑیا فارسی گنجشک ہے
مینگنی جس کو کہیں وہ پشک ہے
تابہ ہے بھائی توے کی فارسی
اور تیہو ہے لوے کی فارسی
نام مکڑی کا کلاش اور عنکبوت
کہتے ہیں مچھلی کو ماہی اور حوت
پشہ مچھر اور مکھی ہے مگس
آشیانہ گھونسلا پنجرہ قفس
بھڑیا گرگ اور بکری گوسپند
میش کا ہے نام بھیڑ اے خود پسند
نام گل کا پھول، شبنم اوس ہے
جس کو نقارہ کہیں وہ کوس ہے
سقف چھت ہے سنگ پتھر، اینٹ خشت
جو بُرا ہے اس کو ہم کہتے ہیں زشت
خار کانٹا، داغ دھبا، نغمہ راگ
سیم چاندی مِس ہے تانبا بخت بھاگ
زر ہے سونا اور زرگر ہے سُنار

موز کیلا اور ککڑی ہے خیار
ریش داڑھی موچھ سبلت اور بُروت
احمق اور نادان کو کہتے ہیں اُوت
زندگانی ہے حیات اور مرگ موت
شوی خاوند اور ہے انباغ سوت
جملہ سب اور نصف آدھا ربع پاؤ
صرصر آندھی، سیل نالا، باد باؤ
ہے جراحت اور زخم گھاؤ ریش
بھینس کو کہتے ہیں بھائی گاؤمیش
ہفت سات اور ہشت آٹھ اور بست بیس
سی اگر کہیے تو ہندی ان کی تیس
ہے چہل چالیس اور پنجاہ پچاس
ناامیدی یاس اور امید آس
دوش کل کی رات اور امروز آج
آرد آٹا اور غلّہ ہے اناج
چاہیے ہے ماں کو مادر جاننا
اور بھائی کو برادر جاننا
پھاوڑا بیل اور درانتی داس ہے
فارسی کاہ اور ہندی گھاس ہے
سبز ہو جب تک اسے کہیے گیاہ

خشک ہو جاتی ہے تب کہتے ہیں کاہ
چکسہ پُڑیا کیسہ کا تھیلی ہے نام
فارسی میں دھپے کا سیلی ہے نام
اخلکندہ جھنجھنا نیرو ہے زور
بادفر پھرکی ہے اور ہے دزد چور
انگبیں شہد اور عسل ہے اے عزیز
نام گو ہیں تین پر ہے ایک چیز
آجل اور آروغ کی ہندی ڈکار
مے شراب اور پینے والا مے گسار
روئی کو کہتے ہیں پنبہ سن رکھو
آم کو کہتے ہیں انبہ سن رکھو
خانہ گھر ہے اور کوٹھا بام ہے
قلعہ دژ، کھائی کا خندق نام ہے
ہے بنولہ پنبہ دانہ لا کلام
اور تربز ہندوانہ لا کلام
گر دریچہ فارسی کھڑکی کی ہے
سرزنش بھی فارسی جھڑکی کی ہے
ہے کہانی کی فسانہ فارسی
اور شعلے کی زبانہ فارسی
نعل در آتش اسی کا نام ہے
جو کہ بے چین اور بے آرام ہے

پست اور ستو کو کہتے ہیں سویق
ژرف اور گہرے کو کہتے ہیں عمیق
تار تانا پود بانا یاد رکھ
آزمودن آزمانا یاد رکھ
بوسہ مچھی چاہنا ہے خواستن
کم ہے اندک اور گھٹانا کاستن
خوش رہو ہنسنے کو خندیدن کہو
گر ڈرو ڈرنے کو ترسیدن کہو
ہے ہراسیدن بھی ڈرنا کیوں ڈرو
اور جنگیدن ہے لڑنا کیوں لڑو
ہے گزرنے کی گزشتن فارسی
اور پھرنے کی ہے گشتن فارسی
وہ سرودن ہے جسے گانا کہیں
ہے وہ آوردن جسے لانا کہیں
زیستن کا جانِ من جینا کہو
اور نوشیدن کو تم پینا کہو
دوڑنے کی فارسی ہے تاختن
کھیلنے کی فارسی ہے باختن
دوختن سینا دریدن پھاڑنا

کاشتن بونا ہے رفتن جھاڑنا
کاشتن بونا ہے اور کشتن بھی ہے
کاتنے کی فارسی رشتن بھی ہے
ہے ٹپکنے کی چکیدن فارسی
اور سننے کی شنیدن فارسی
کودنا جستن، بُریدن کاٹنا
اور لیسیدن کی ہندی چاٹنا
دیکھنا دیدن رمیدن بھاگنا
جان لو بیدار بودن جاگنا
آمدن آنا بنانا ساختن
ڈالنے کی فارسی انداختن
سوختن جلنا چمکنا تافتن
ڈھونڈنا جستن ہے پانا یافتن
باندھنا بستن، کشادن کھولنا
داشتن رکھنا ہے سختن تولنا
تولنے کو اور سنجیدن کہو
پھر خفا ہونے کو رنجیدن کہو
فارسی سونے کی خفتن جانیے
مُنہ سے کچھ کہنے کو گفتن جانیے
کھینچنے کی ہے کشیدن فارسی

اور اُگنے کی دمیدن فارسی
اونگھنا پوچھو، غنودن جان لو
مانجھنا چاہو، زدودن جان لو
ہے قلم کا فارسی میں خامہ نام
ہے غزل کا فارسی میں چامہ نام
کس کو کہتے ہیں غزل ارشاد ہو
ہاں غزل پڑھیے سبق گر یاد ہو

غزل

صبح سے دیکھیں گے رستہ یار کا
جمعہ کے دن وعدہ ہے دیدار کا
وہ چراوے باغ میں میوہ جسے
پھاند جانا یاد ہو دیوار کا
پُل ہی پر سے پھیر لائے ہمکو لوگ
ورنہ تھا اپنا ارادہ پار کا
شہر میں چھڑیوں کے میلے کی ہے دھوم
آج عالم اور ہے بازار کا
لال ڈگی پہ کرے گا جا کے کیا
پُل پہ چل، ہے آج دن اتوار کا
گر نہ ڈر جاؤ تو دکھلاؤں تمھیں
کاٹ اپنی کاٹ کی تلوار کا

واہ بے لڑکے پڑھی اچھی غزل
شوق ابھی سے ہے تجھے اشعار

....

لو سنو کل کا سبق آجاؤ تم
پوزی افسار اور دُمچی پاؤ دُم
چھلنی کو غربال و پرویزن کہو
چھید کو تم رخنہ اور روزن کہو
چہ کے معنے کیا، چہ گویم کیا کہوں
من شوم خاموش، میں چپ ہو رہوں
باز خواہم رفت، میں پھر جاؤں گا
نان خوا ہم خورد، روٹی کھاؤں گا
فارسی کیوں کی چرا ہے یاد رکھ
اور گھنٹے کی درا ہے یاد رکھ
دشت صحرا اور جنگل ایک ہے
پھر سہ شنبہ اور منگل ایک ہے
جس کو ناداں کہیے وہ انجان ہے
فارسی بیگن کی بادنجان ہے
جس کو کہتے ہیں جماہی فازہ ہے
جو ہے انگڑائی وہی خمیازہ ہے
پارہ کہتے ہیں کڑے کو ہم سے پوچھ
پاڑ ہے تالار، اک عالم سے پوچھ
جس طرح گہنے کی زیور فارسی

اس طرح ہنسلی کی پر گر فارسی
بھڑ کی بھائی فارسی زنبور ہے
وسپنا اُنبر ہے اور انبور ہے
فارسی آئینہ ہندی آرسی
اور ہے کنگھی کی شانہ فارسی
ہینگ انگوزہ ہے اور ارزیز رانگ
ساز باجا اور ہے آواز بانگ
زوجہ جورو یزنہ بہنوئی کو جان
خشم غصہ اور بدخوئی کو جان
لوہے کو کہتے ہیں آہن اور حدید
جو نئی ہو چیز اسے کہیے جدید
ہے نوا آواز سامان اور اول
نرخ، قیمت اور بہا یہ سب ہیں مول
سیر لہسن تُرب مولی ترہ ساگ
کھا بخور برخیز اٹھ، بگریز بھاگ
روئی کی پونی کا ہے پاغندہ نام
دوک تکلے کو کہیں گے لا کلام
گیتی اور گیہان دنیا یاد رکھ
اور ہے ندّاف دُھنیا یاد رکھ
کوہ کو ہندی میں کہتے ہیں پہاڑ
فارسی گلخن ہے اور ہندی ہے بھاڑ

تکیہ بالش اور بچھونا بسترا
اصل بستر ہے سمجھ لو تم ذرا
بسترا بولیں سپاہی اور فقیر
ورنہ بستر کہتے ہیں برنا و پیر
پیر بوڑھا اور برنا ہے جواں
جان کو البتہ کہتے ہیں رواں
اینٹ کے گارے کا نام آژند ہے
ہے نصیحت بھی وہی جو پند ہے
پند کو اندرز بھی کہتے ہیں ہاں
ارض ہے پر مرز بھی کہتے ہیں ہاں
ارض کیا اور مرز تم سمجھے زمیں
عنق گردن اور پیشانی جبیں
آس چکی آسیا مشہور ہے
اور فوفل چھالیہ مشہور ہے
بانسلی نَے اور جلاجل جھانجھ ہے
پھر سَتردن اور عقیمہ بانجھ ہے
کحل سرمہ اور سلائی میل ہے
جس کو جھولی کہیے وہ زنبیل ہے
پایا ''قادر نامہ'' نے آج اختتام
اِک غزل تم اور پڑھ لو والسّلام

☆☆☆

غزل

شعر کے پڑھنے سے کچھ حاصل نہیں
مانتا لیکن ہمارا دل نہیں
علم ہی سے قدر ہے انسان کی
ہے وہی انسان جو جاہل نہیں
کیا کہیں کھائی ہے حافظ جی کی مار
آج ہنستے آپ جو کھل کھل نہیں
کس طرح پڑھتے ہو رک رک کر سبق
ایسے پڑھنے کا تو میں قائل نہیں
جس نے قادر نامہ سارا پڑھ لیا
اس کو آمد نامہ کچھ مشکل نہیں

مطبوعاتِ ادارۂ یادگارِ غالب (۱)

کتاب	مصنف	قیمت
رفت و بود (خودنوشت)	ابواللیث صدیقی	۴۵۰روپے
ہماری قومی ثقافت	فیض احمد فیض	۲۵۰روپے
یادگارِ غالب	الطاف حسین حالی	۲۰۰روپے
تذکرۃ الشعرا	حسرت موہانی	۳۰۰روپے
مآثرِ غالب	قاضی عبدالودود	۱۵۰روپے
تصحیح و تحقیق متن	نذیر احمد	۸۰روپے
فلسفیانہ مکالمے	قاضی قیصر الاسلام	۲۵۰روپے
زمانۂ تحصیل	عطیہ فیضی	۲۰۰روپے
املاے غالب	رشید حسن خان	۱۵۰روپے
انشاے غالب	رشید حسن خان	۱۵۰روپے
تلامذۂ غالب	مالک رام	۶۰۰ روپے
مصطلحاتِ الشعرا	سیالکوٹی مل وارستہ	۱۰۰۰روپے
عمرِ گزشتہ کی کتاب	مرزا ظفر الحسن	۷۵روپے
غالب اور آج کا شعور	محمد علی صدیقی	۱۳۰روپے
شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب	محمود احمد برکاتی	۱۷۵روپے
محرابِ تحقیق	عبدالعزیز ساحر	۲۵۰روپے

مطبوعاتِ ادارۂ یادگارِ غالب (۲)

اردو تحقیق و تدوین	رؤف پاریکھ (مرتب)	۳۵۰ روپے
مقالاتِ ممتاز	ممتاز حسن	۱۵۰ روپے
رموزِ غالب	گیان چند	۲۵۰ روپے
نامہ ہائے فارسی غالب	(ترجمہ) پرتو روہیلہ	۱۲۰ روپے
جہاتِ غالب	ممتاز حسن	۱۰۰ روپے
میرے جیون کی کچھ یادیں	زیڈ اے احمد	۲۰۰ روپے
متفرقاتِ غالب	پرتو روہیلہ	۱۲۰ روپے
غالبیاتِ نیاز فتح پوری	فرمان فتح پوری	۴۰۰ روپے
کلیاتِ مکتوباتِ فارسی غالب	(ترجمہ) پرتو روہیلہ	۶۹۵ روپے
غالب کی اردو نثر	حامد حسن قادری	۱۵۰ روپے
آئینۂ افکارِ غالب	شان الحق حقی	۱۴۰ روپے
غالب شخصیت اور کردار	لطیف اللہ	۸۰ روپے
نوادرِ غالب	اکبر حیدری کشمیری	۲۰۰ روپے
غالب شناس مالک رام	گیان چند	۱۴۰ روپے
غالبِ صد رنگ	سید قدرت نقوی	۲۰۰ روپے
تعبیراتِ غالب	فرمان فتح پوری	۳۰۰ روپے
غالبیات کے چند فراموش شدہ گوشے	اکبر حیدری کشمیری	۲۰۰ روپے

غالب پر مالک رام کے تحقیقی وتنقیدی کاموں کا جائزہ

غالب شناس مالک رام

ڈاکٹر گیان چند

صفحات: ۱۵۰ قیمت: ۱۴۰روپے

ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی

تلامذۂ غالب

(ترمیم واضافہ شدہ اشاعت)

مالک رام

صفحات: ۸۷۰ قیمت: ۶۰۰روپے

ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی

ابواللیث صدیقی کی خودنوشت سوانح عمری

رفت و بود

مرتبہ: معین الدین عقیل

صفحات: ۴۴۸ قیمت: ۴۵۰ روپے

ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی

اردو تحقیق و تدوین

کا تاریخی و تنقیدی جائزہ

مرتبہ: رؤف پاریکھ

صفحات: ۲۷۱ قیمت: ۳۵۰ روپے

ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی

اپنے وقت کے معروف ادبی رسالوں میں
اقبالیات کے موضوع پر شائع ہونے والے اہم مضامین کا مجموعہ

اقبال اور کلامِ اقبال

مرتبین

مرزا ظفر الحسن، مشفق خواجہ، معین الدین عقیل

قیمت: ۶۰ روپے　　　　صفحات ۱۹۸

ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی

غالبیات

کے چند فراموش شدہ گوشے

ڈاکٹر اکبر حیدری

صفحات: ۲۸۰　　　　قیمت: ۲۰۰ روپے

ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی

”قادر نامہ“ غالب کی وہ تصنیف ہے جس کے بارے میں غلام رسول مہر نے شبہ ظاہر کیا تھا کہ یہ غالب کی تصنیف نہیں ہے۔ لیکن مالک رام، شوکت سبزواری اور بعض دیگر محققین نے اس کے غالب کی تصنیف ہونے کی تصدیق کی۔ دراصل غالب کی زندگی ہی میں اس کے دو ایڈیشن چھپ گئے تھے۔ یہ اتنا بڑا ثبوت ہے کہ اس کے بعد بحث کی گنجائش نہیں رہ جاتی کیونکہ اگر یہ غالب کی تصنیف نہ ہوتی تو وہ اس غلط انتساب پر یقیناً خاموش نہ رہتے۔

تحسین سروری نے اس کے متن کو مرتب کر دیا تھا اور اس پر ایک مقدمہ بھی لکھا تھا۔ ہم نے اس متن اور دیباچے کے علاوہ مالک رام، شوکت سبزواری اور ڈاکٹر محمد باقر کے مضامین بھی اس اشاعت میں شامل کر دیے ہیں۔

امید ہے کہ غالب اس تصنیف کے نئے ایڈیشن کو ادبی و علمی حلقوں میں پذیرائی ملے گی۔

رؤف پاریکھ